

ربیع الاول / ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ

37  
مسلسل اشاعت کا سینتیسواں سال

نومبر 2020ء

طالب علموں کیلئے ایک معیاری قلمی رسالہ

# ماہنامہ کوشش

کن پاکستان چلڈرن میگزین سوسائٹی

MONTHLY  
**KAUSAR**  
LAHORE

Regd. No. CPL-61

November 2020

Vol. 37

No. 11

**Kausar**  
RICE



PROUD PRODUCE OF  
**PAKISTAN**

f /KausarRice/  /Kausar\_Rice/

[www.kausar.com.pk](http://www.kausar.com.pk)

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٠٧﴾ (الانبیاء: 107)

”اور (اے نبی ﷺ) ہم نے نہیں بھیجا ہے آپ کو مگر تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر۔“

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
طالب علموں کیلئے ایک معیاری علمی رسالہ

# ماہنامہ کوثر لاہور

زکن پاکستان چلڈرن ایگزیکن سو سائٹی

مسلسل اشاعت کا چھتیس واں سال

ربیع الثانی..... ۱۴۴۲ھ  
نومبر..... 2020  
جلد..... 37  
شمارہ..... 11

خان بہادر انعام اللہ خان مرحوم

ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ مرحوم

مدیر اعلیٰ: پروفیسر ڈاکٹر منزل احسن شیخ

مدیرہ (اردو سیکشن): آمنہ خواجہ

مدیرہ (انگلش سیکشن): عائشہ نسیم الدین خواجہ

34 L 2 ویلنٹینا ٹاؤن، لاہور

فون: 042-37281939, 0333-4027771  
monthly.kausar@gmail.com

یکے از مطبوعات:

دی چلڈرن قرآن سو سائٹی

خواجہ آرکیڈ، وحدت روڈ، لاہور

فون: 042-37420679

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

سالانہ زرتعاون: 400 روپے

دی۔ پی: 470 روپے

مطبع

مکتبہ جدید پریس، لاہور

اہتمام طباعت

غازی محمد وقاص 042-37668110

gdsprinters@gmail.com

ڈیزائننگ محمد عبدالرحمن

لاہور بریوں اور سکولوں کے لیے حکومت پنجاب سے منظور شدہ So(PI)45/83

## حدیث نبوی ﷺ

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِيٍّ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ،  
وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، إِلَّا بِأَحْدَى ثَلَاثٍ:

الثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ

لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

” (مندرجہ ذیل) تین صورتوں کے علاوہ کسی مسلمان کا

خون حلال نہیں جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی

معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں: (۱)

شادی شدہ زانی، (۲) جان کے بدلے جان (قاتل)

اور (۳) دین کا تارک، جماعت سے علیحدگی اختیار

کرنے والا۔“

## اس شمارے میں

5	اُم عائشہ	اتباع رسول
7	علامہ اقبال	دُعا
8	علامہ اقبال	اسم محمد سے اجلا
9	غازی محمد وقاص	رحمت للعالَمین
11	ڈاکٹر اسرار احمد	خونِ مسلم کی حرمت
19	رفعت خواجہ	دورِ شریف کی فضیلت
21	عبدالرحمن	امام ابوحنیفہؒ
25	ڈاکٹر منزل احسن شیخ	زکوٰۃ اور صدقہ کی اہمیت
27	حافظ محمد عمیر	فی سبیل اللہ
31	اسرار زیدی	بلیس کی مجلس شوریٰ
33	غازی محمد اسحاق	ثریا کلاما
38	مریم خنساء	ایمان ہے تو سب کچھ ہے!
42	انتخاب: محمد ابراہیم	نیکی کرو خدا سے چاہو
45	مرسلہ: حفصہ عثمان	خاموش دوست
49	محمد ندیم خواجہ	نسخہ کیمیا
51	حفیظ رضا پسروری	یہی میری کائنات ہے!
55	حمزہ وسیم	داناؤں کی دُور بلا
59	جمیل احمد	مرجان
66		

Love For the Sake Of Allah

## آپس کی باتیں

## اتباع رسولؐ

اُم عائشہ

نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی آمد خالق کائنات اور مالک کل کی وہ عظیم نعمت ہے جسے دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے رسول بھیجا جو ان پر اُس کی آیات پڑھتا، انہیں پاک کرتا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔“ (آل عمران: 164)

اتباع رسول ﷺ کے سلسلے میں متعدد آیات موجود ہیں۔ مسلمان بندہ جب کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو دراصل اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہ زندگی میں صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی کرے گا اور اس مقصد کے حصول کے لیے وہی طرز اختیار کرے گا جو رسول کریم ﷺ نے اختیار کیا۔ ارشادِ ربانی ہے: ”جس نے رسول کی اطاعت کی، اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔“ (النساء: 80) یعنی اطاعت کی بنیاد رسول ﷺ پر ایمان لانے پر رکھی گئی ہے۔ صرف اللہ کی وحدانیت پر ایمان لانے سے کوئی شخص دائرۃ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اللہ کے رسول ﷺ کی تصدیق نہ کرے اور جو کچھ آپ اللہ کی طرف سے لائے ہیں اُس پر ایمان نہ لائے۔ مزید فرمایا گیا:

”نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اطاعت کرو رسول کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“ (النور: 56)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”جو بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا، اس نے بڑی کامیابی پائی۔“ (الاحزاب: 71)

”جو اللہ اور اُس کے رسولؐ کی فرماں برداری کرے، وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، جیسے نبی، صدیق، شہید اور نیک لوگ۔ یہ بہترین رفیق ہیں۔“ (النساء: 69)

ان آیات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہمارے ایمان کا دار و مدار رسول کریم ﷺ کی پیروی میں ہے۔ اطاعت اور اتباع رسول ﷺ مغفرت کا ذریعہ ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”کہہ دیجیے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابع داری کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔“ (آل عمران: 31)

”اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اُس کے نبیؐ پر جو کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور اُن کی اتباع کرو تا کہ تم (سیدھی) راہ پر آ جاؤ۔“ (الاعراف: 158)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب مسلمانوں کو اُس راہ پر چلنے کی توفیق دے جس پر رسول کریم ﷺ نے چل کر دکھایا۔ آمین یارب العالمین!

☆.....☆.....☆

دُعا

علامہ محمد اقبال

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے  
جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے

پھر وادیٰ فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے  
پھر شوقِ تماشا دے، پھر ذوقِ تقاضا دے  
محروم تماشا کو پھر دیدہ پینا دے  
دیکھا ہے جو کچھ میں نے، اوروں کو بھی دکھلا دے

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوائے حرم لے چل  
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے  
پیدا دلِ ویراں میں پھر شورِ محشر کر  
اس محملِ خالی کو پھر شاہدِ لیلا دے

اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو  
وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے  
رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریا کر  
خودداریِ ساحل دے، آزادیِ دریا دے

بے لوث محبت ہو، بے باک صداقت ہو  
سینوں میں اُجالا کر، دل صورتِ مینا دے  
احساسِ عنایت کر آثارِ مصیبت کا  
امروز کی شورش میں اندیشہ فردا دے

میں بلبلِ نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا  
تاشیر کا سائل ہوں، محتاج کو داتا دے

(بانگِ درا)

☆.....☆.....☆

## اسم محمدؐ سے اجالا

علامہ محمد اقبال

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے  
 دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے  
 ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو  
 چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو  
 یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو  
 بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو  
 خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے  
 نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے  
 دشت میں، دامن کوہسار میں، میدان میں ہے  
 بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے  
 چین کے شہر، مراکش کے بیابان میں ہے  
 اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے  
 چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے  
 رفعتِ شانِ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دیکھے

☆.....☆.....☆

## رحمتِ لِلْعَالَمِينَ

غازی محمد وقاص

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء: 107)  
 ”اور (اے نبی ﷺ!) ہم نے نہیں بھیجا ہے آپؐ  
 کو مگر تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر۔“

حضور اکرم ﷺ کی بعثت صرف جزیرہ نمائے عرب تک محدود نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کے عملی طور پر غلبے کے بعد آپؐ کی بعثت کا مقصد پورا ہو چکا ہوتا، مگر آپؐ تو تمام اہل عالم کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ آپؐ کی بعثت کا مقصد قرآن میں تین مقامات (التوبہ: 33)، الفتح: 28 اور الصف: 9 پر یوں بیان فرمایا گیا ہے: ”وہی ذات ہے جس نے اپنے رسولؐ کو بھیجا الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ اسے غالب کر دے تمام ادیان پر۔“ گویا آپؐ کی بعثت کا مقصد تب پورا ہو گا جب دین اسلام پوری دنیا پر غالب ہو جائے گا۔

خلافت راشدہ کے دور میں دین اسلام کو مزید وسعت دینے کا سلسلہ بڑی شد و مد سے شروع ہوا مگر دور عثمانی میں ایک یہودی عبداللہ بن سبآنے سازش کے ذریعے عالم اسلام میں ’الفتنة الکبریٰ‘ کھڑا کر دیا۔ اس کے نتیجے میں حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے اور پھر مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی کے نتیجے میں ایک لاکھ کے قریب مسلمان ایک دوسرے کی تلواروں سے ہلاک ہو گئے۔ اس فتنہ کا سب

سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ نہ صرف غلبہ اسلام کی مزید توسیع کا عمل رک گیا، بلکہ بعض علاقوں سے مسلمانوں کو پسپائی بھی اختیار کرنا پڑی۔ حضور ﷺ کی بعثت چونکہ تا قیام قیامت زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے لیے ہے اور آپ کی بعثت کا مقصد ’اظہار دین الحق‘ (دین حق کا غلبہ) ہے، اس لیے یہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتی جب تک آپ کی بعثت کا یہ مقصد بہ تمام و کمال پورا نہ ہو۔ اس کا صغریٰ کبریٰ قرآن سے ثابت ہے اور اس کی تفصیلات کتب احادیث میں موجود ہیں۔

(ماخوذ: بیان القرآن، از ڈاکٹر اسرار احمد)

☆.....☆.....☆

## یادِ ماضی

☆ 1857ء میں جنگ آزادی کے بعد دیوبند کے 44 افراد کو پھانسی پر لٹکایا گیا۔ چونکہ انہیں آم کے درخت پر لٹکا کر پھانسی دی گئی تھی اسی لیے یہ درخت سولی والا درخت کہلانے لگا۔

☆ پاکستان 27 رمضان المبارک کو آزاد ہوا۔ آزادی کے بعد مسلمانوں نے پاکستان کی طرف ہجرت کرنا شروع کی۔ ہندوؤں نے ظلم کی انتہا کر دی۔ لاکھوں مسلمان شہید ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد جب ایک مال گاڑی لاہور پہنچی تو اس کی بوگی سے بچوں اور عورتوں کے کٹے ہوئے سرو دیگر اعضا کے ڈھیر برآمد ہوئے اور اس ڈبے کے باہر لکھا تھا: ”پاکستان کے لیے عید کا تحفہ۔“

☆.....☆.....☆

## اربعینِ نووی

حدیث: 14

## خونِ مسلم کی حرمت

ڈاکٹر اسرار احمد

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا يَجِلُّ دَمُ أَمْرِيءٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ، إِلَّا بِأَحْدَى ثَلَاثٍ: الثَّيِّبِ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمَفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ (صحیح مسلم)

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تین صورتوں کے علاوہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں، جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں: شادی شدہ زانی، جان کے بدلے جان (قاتل) اور دین کا تارک، جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا۔“

اس حدیث کا تعلق اسلام کے قانونی نظام سے ہے، جس میں خاص طور پر یہ بات بیان کی گئی ہے کہ کسی مسلمان کی جان کن حالات میں لی جاسکتی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا قانونی اور فقہی مسئلہ ہے۔

صحابہ کرامؓ میں تقسیم مراتب

اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔ صحابہ میں ایک تقسیم ہے کبار صحابہ (بڑی عمر کے صحابی) اور صغار صحابہ (چھوٹی عمر کے صحابہ) کی۔ اسی

طرح صحابہ کی ایک تقسیم فقراے صحابہ اور اغنیاء صحابہ کی ہے۔ صحابہ میں سے بعض فقیر منش لوگ تھے۔ وہ بھی دنیا کما سکتے تھے، لیکن انہوں نے دنیا کمانے کا معاملہ بالکل ترک کر دیا۔ گویا اپنے آپ کو صد فیصد حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلایا، اس لیے کہ وحی کے آغاز کے بعد حضور ﷺ نے کسب معاش کا کوئی کام نہیں کیا۔ اس کے بعد آپ کے دن رات کا ایک ایک لمحہ اسی کام میں صرف ہوا۔ چنانچہ بہت سے صحابہ کرام نے بھی یہی کیا کہ نہ کوئی مکان بنایا اور نہ کوئی معاش کا ذریعہ اختیار کیا۔ اصحاب صفہ کی تو گھر گریستی کی زندگی ہی نہیں تھی۔ اصحاب صفہ میں سے مشہور صحابی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔ اصحاب صفہ کے علاوہ بھی چند صحابہ کرام کا شمار فقراء صحابہ میں ہوتا تھا، جن میں نمایاں حضرت ابو ذر غفاریؓ حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابو درداءؓ ہیں۔

پھر صحابہ کی ایک اور تقسیم ہے ”فقہائے صحابہ“ کی، یعنی وہ صحابہ جنہیں دین کا فہم اور دین کا تفقہ گہرائی کے ساتھ حاصل تھا۔ ان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اونچا مقام حاصل ہے۔ حضرات ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، معاذ بن جبل اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بھی فقہائے صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ خواتین میں سے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا شمار فقہائے صحابہ میں ہوتا ہے۔

خونِ مسلم کی حرمت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِيٍّ مُسْلِمٍ ”حلال نہیں ہے کسی مسلمان کا خون“، یعنی کسی مسلمان کو قتل کر دینا جائز نہیں ہے۔ آگے مسلمان کی تعریف بھی کر دی: يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ

إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّي رَسُولُ اللَّهِ ”جو گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔“ یہ مسلمان ہونے کی ناگزیر اور واحد شرط ہے۔

اسلام میں کلمہ شہادت کے بعد نماز بھی ہے، روزہ بھی ہے، زکوٰۃ بھی ہے اور حج بھی ہے لیکن یہ سب اضافی چیزیں ہیں۔ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے، خاص طور پر امام ابو حنیفہؒ کی طرف سے وضاحت موجود ہے کہ نماز کا تارک کا فر نہیں ہے۔ البتہ نماز کا منکر کا فر ہو جائے گا۔ یہاں ایک بنیادی شرط مقرر کر دی گئی ہے کہ جو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اس کا خون بہانا جائز نہیں ہے۔ آگے جوازِ قتل کی صورتوں کا بیان ہے۔

پہلی صورت: رجم

آپ نے فرمایا: إِلَّا بِأَحْدَاثِ ثَلَاثٍ ”مگر تین میں سے ایک شکل (میں قتل کا جواز ہے)۔“ الثَّوْبُ الزَّانِي ”شادی شدہ زانی۔“ یعنی کوئی شادی شدہ شخص اگر زنا کا مرتکب ہوا تو اسے رجم کیا جائے گا اور رجم بھی قتل ہی کی ایک شکل ہے۔ دراصل یہ دو سزائیں رجم اور قتل مرتد اسلام میں ہیں لیکن ان دونوں کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ یہ دونوں سزائیں سابق الہی قانون ”شریعت موسوی“ میں موجود تھیں اور ان کا ذکر سابقہ آسمانی کتاب تورات میں بھی ہے۔ چنانچہ ان دونوں سزائوں کی اصل شریعت موسوی ہے اور شریعت محمدی میں بھی اسے برقرار رکھا گیا ہے۔

غیر شادی شدہ کے لیے زنا کی سزا سورۃ النور کی ابتدائی آیات میں مذکور ہے کہ زانی اور زانیہ دونوں کو سو سو کوڑے مارو اور وہ کوڑے بھی برسراعام لگائے جائیں تاکہ مسلمانوں کی ایک جماعت انہیں دیکھے۔ اسی طریقے سے رجم بھی

سرعام ہوتا ہے۔

اسلامی سزاؤں کی غرض و غایت: استیصالِ جرم

اسلام میں سزاؤں کا تصور درحقیقت جرم کے استیصال کے لیے ہے کہ معاشرے کے اندر دہشت بیٹھ جائے اور لوگوں کو عبرت ہو جائے کہ اگر یہ جرم ہم کریں گے تو ہمیں بھی یہ سزا ملے گی۔ یاد رکھیے کہ جرم اس کے بغیر کبھی ختم نہیں ہوتا۔ آج کی دنیا میں مہذب ترین اور تعلیم یافتہ ملک امریکہ ہی کو سمجھا جاتا ہے؛ لیکن وہاں کس قدر گھناؤنے جرائم ہوتے ہیں آپ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ وہاں تصور یہ ہو گیا ہے کہ جو شخص جرم کرتا ہے وہ نفسیاتی مریض ہے۔ اس کی اصلاح ہونی چاہیے اور اس کا علاج کیا جانا چاہیے۔ اسی لیے امریکہ کی جیلوں کو ’اصلاحی مراکز‘ کہا جاتا ہے۔ پھر زندگی کی تمام ضروریات بھی انہیں بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ اب اس کے نتیجے میں لامحالہ جرم کبھی ختم نہیں ہوگا۔

سعودی عرب: جرائم سے پاک

جرم کا خاتمہ سخت سزا ہی سے ممکن ہے؛ یعنی ایک آدمی کو سزا دینے سے ہزار لوگوں کے ہوش ٹھکانے آجائیں۔ سعودی عرب میں جرائم کی شرح بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے؛ حالانکہ آل سعود کے آنے سے پہلے وہاں بے تحاشا جرائم تھے۔ لوٹ مار اور غارتگری عروج پر تھی۔ ایک زمانے میں وہاں حایوں کو بھی لوٹا اور قتل کیا جاتا تھا۔ لیکن جب سے آل سعود کی حکومت قائم ہوئی ہے تو جرم ختم ہو گیا ہے۔

آل سعود کی حکومت اصل میں ایک مشترک حکومت تھی۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی اولاد جو آل شیخ کہلاتے ہیں اور آل سعود کے درمیان یہ معاہدہ ہوا

کہ ہم مل جل کر جدوجہد کرتے ہیں اور ایک حکومت قائم کرتے ہیں۔ حکومت کا انتظام آل سعود کے پاس رہے گا جبکہ دینی معاملات آل شیخ کے پاس رہیں گے۔ جب آل سعود کی حکومت قائم ہوئی تو آل شیخ نے وہاں شریعت کے مطابق اسلامی سزاؤں کو نافذ کیا۔ اس سے یہ ہوا کہ جب چوری پر کسی ایک کا ہاتھ کٹا تو چوری ختم ہو گئی۔ اگر کسی علاقے کے اندر کوئی قافلہ لوٹا گیا تو اس علاقے کے لوگوں کو جمع کر لیا گیا کہ تم سب کو سزا ملے گی ورنہ مجرموں کو حاضر کر دو؛ اور مجرم حاضر کر دیے جاتے تھے۔ اسی طرح سے قتل کی سزا قتل ہے اور جلا دہجوم کے سامنے مجرم کی گردن اڑاتا ہے۔ وہاں پر درحقیقت جرم کا خاتمہ اسی سے ہوا تھا۔

دوسری صورت: جان کے بدلے جان

جوازِ قتل کی دوسری صورت یہ ہے کہ **الْأَنْفُسُ بِالْأَنْفُسِ** ’جان کے بدلے جان‘، یعنی جس نے قتل عمدا کیا ہے تو اس کے جواب میں اسے قتل کیا جائے گا؛ اِلا یہ کہ مقتول کے ورثاء خون بہا لینے پر آمادہ ہو جائیں یا اسے معاف کر دیں۔ یہ اختیار مقتول کے ورثاء کو ہے؛ کسی اور کو نہیں۔ ہمارے ہاں یہ قانون کہ صدر مملکت کو معاف کرنے کا حق حاصل ہے؛ خلاف اسلام اور سراسر غلط ہے۔ مقتول کے ورثاء کے پاس یہ حق موجود ہے؛ اور اس میں بہت بڑی حکمت ہے۔ جیسا کہ ہمارے ہاں؛ خاص طور پر دیہات میں؛ اب بھی ہوتا ہے کہ قتل کے بدلے قتل؛ پھر قتل؛ پھر قتل اور اس طرح قتل در قتل کا ایک سلسلہ چل نکلتا ہے جو کئی نسلوں تک چلتا ہے۔ اگر کبھی ایسا ہو جائے کہ ایک قاتل کو مقتول کے ورثاء معاف کر دیں تو یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ اب اس کے جواب میں کوئی قتل نہیں ہوگا اور اس طرح قتل کا یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

واضح رہے کہ یہ قتل عمد کی صورت میں ہے، جبکہ قتل خطا میں جان کے بدلے جان نہیں بلکہ دیت ہوتی ہے اور اگر اس ضمن میں کسی سرکاری یا حکومتی قانون کی خلاف ورزی کی گئی ہے تو اس کی سزا الگ ہوگی۔

تیسری صورت: قتل مرتد

جوازِ قتل کی تیسری صورت یہ ہے: **وَالْتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمَفَارِقُ** لِدَجْمَاعَةِ ”جو اپنے دین کو چھوڑ دے اور مسلمانوں کی جماعت سے نکل جائے۔“ اس سے مراد مرتد ہے اور مرتد کی سزا بھی قتل ہے، مگر بعض جدید دانشوروں اور دنیا کے اندر رائج جدید فکر کے مطابق ہر انسان کو مذہب بدلنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ اہل مغرب کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اگر کوئی عیسائی مسلمان ہو جائے تو آپ اسے سینے سے لگاتے ہیں اور اگر کوئی مسلمان عیسائی ہو جائے تو آپ اس کے قتل کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آزادیِ خیال اور آزادیِ اظہارِ رائے جدید تہذیب کے دو نمایاں مندرجات ہیں اور جن کی گھٹی میں اس جدید تہذیب کے جراثیم پڑ گئے ہیں تو اسلام کے یہ احکام ان کی سمجھ میں آنے والے نہیں ہیں، لیکن بہر حال اسلام کا قانون یہی ہے۔

جدید تہذیب سے متاثر ہو کر ہمارے جدید دانشوروں نے بھی یہ کہنا شروع کیا ہے کہ محض مرتد واجب القتل نہیں ہے؛ البتہ مرتد ہونے کے بعد اگر وہ اسلامی ریاست کے خلاف کوئی سازش بھی کر رہا ہو تو واجب القتل ہے۔ یہ رائے انہوں نے جدید اثرات کے دباؤ کے تحت قائم کی ہے، ورنہ سیدھی سیدھی بات یہ ہے کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا۔ اس کا اصل حکم بھی تورات میں ہے۔ جب حضرت موسیٰ

علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چالیس دن کے لیے کوہ طور پر بلایا اور تورات عطا کی تو پیچھے سامری نے ایک پتھر بنا دیا۔ وہ پتھر ابنی اسرائیل کے پاس موجود سونا، چاندی اور دوسرے زیورات کو پگھلا کر بنایا گیا تھا اور اس کی ساخت ایسی تھی کہ جب اس میں سے ہوا گزرتی تھی تو پتھر جیسی آواز نکلتی تھی۔ سامری نے کہا کہ یہ ہے تمہارا خدا! موسیٰ تو خواہ مخواہ بھٹک کر غلط راستے پر پڑ گیا ہے۔ خدا تو یہاں موجود ہے جبکہ وہ کوہ طور پر خدا سے ملنے کے لیے گیا ہے۔ چنانچہ ابنی اسرائیل میں بہت سے لوگ پتھر کی پرستش میں مبتلا ہو گئے۔ اب یہ کھلا کفر اور بالکل واضح شرک تھا۔

وہ گویا مرتد ہو گئے۔ لہذا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے اور انہوں نے سارا معاملہ دیکھا تو اللہ کا یہ حکم نافذ کیا کہ ہر قبیلے کے وہ لوگ جنہوں نے یہ شرک کیا ہے انہیں اسی قبیلے کے وہ لوگ اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں جو شرک سے محفوظ رہے۔ تورات بتاتی ہے کہ اس جرم میں ستر ہزار لوگ قتل ہوئے تھے۔ لہذا تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔

☆.....☆.....☆

## کلمات خیر

پروفیسر فضیلت حسین طارق

کام شروع کریں	بِسْمِ اللّٰهِ	اللہ کے نام کے ساتھ
ذکر کریں افضل	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔
کام کا ارادہ کرتے ہوئے	إِنْ شَاءَ اللَّهُ	اللہ نے چاہا تو
کام کا پختہ عزم کریں	تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ	میں نے اللہ پر توکل کیا۔
شکرا ادا کرتے ہوئے	الْحَمْدُ لِلَّهِ	اللہ کا شکر ہے۔
شکر ادا کرتے ہوئے	جَزَاكَ اللَّهُ	اللہ آپ کو جزا دے۔
نعمت دیکھتے ہوئے	مَا شَاءَ اللَّهُ	اللہ نے جیسے چاہا۔
کسی کے پاس نعمت دیکھے	بَارَكَ اللَّهُ	اللہ مبارک کرے۔
تکلیف محسوس ہو	حَسْبِيَ اللَّهُ	میرے لیے اللہ کافی ہے۔
اوپر چڑھتے ہوئے	اللَّهُ أَكْبَرُ	اللہ سب سے بڑا ہے۔
نیچے اترتے ہوئے	سُبْحَانَ اللَّهِ	اللہ پاک ہے۔
برائی دیکھتے ہوئے	نَعُوذُ بِاللَّهِ	ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔
گناہ ہو جائے	أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ	میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں۔
کوئی آفت دیکھیں	مَعَاذَ اللَّهِ	اللہ کی پناہ
رخصت کریں	فِي أَمَانِ اللَّهِ	اللہ کی امان میں
کسی مصیبت پر	إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ	بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔
مخالف اسباب ہوں	لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ	اللہ کے سوا نہ کوئی گناہ سے بچا سکتا ہے اور نہ ہی نیکی کی قوت ہے۔

تفہیم دین

## درود شریف کی فضیلت

رفعت خواجہ

سورۃ الاحزاب کی آیت 56 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”يَقِينًا اللَّهُ اور اُس کے فرشتے رحمتیں نازل کرتے ہیں نبی پر۔

اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمتیں اور سلام بھیجا کرو۔“

اس آیت کا اصل مقصود مسلمانوں کو یہ حکم دینا تھا کہ رسول کریم ﷺ پر صلوة

وسلام بھیجا کریں۔ اس کے لیے اسلوب یہ اختیار فرمایا کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے خود

اپنا اور اپنے فرشتوں کا رسول کریم ﷺ کے لیے عمل صلوة کا ذکر فرمایا، اس کے

بعد عام مومنین کو اس کا حکم دیا۔ یوں آپ کے شرف و عظمت کو اتنا بلند فرمایا گیا

کہ جس کام کا حکم مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے وہ ایسا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے

فرشتے بھی وہ کام کرتے ہیں۔

لفظ ”صلوة“ عربی زبان میں رحمت، دعا، مدح و ثنا کے لیے استعمال ہوتا

ہے۔ آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو نسبت صلوة کی ہے اس سے مراد

رحمت نازل کرنا ہے، فرشتوں کی طرف سے صلوة اُن کا آپ کے لیے دعا کرنا

ہے جبکہ عام مومنین کی طرف سے صلوة کا مطلب دعا اور مدح و ثنا کا مجموعہ ہے۔

درود و سلام کی فضیلت کے حوالے سے چند احادیث درج ذیل ہیں:

☆ ”جو شخص میرے روضے کے پاس درود پڑھے گا میں اس کو خود سنوں گا اور

جو شخص دور سے مجھ پر درود بھیجا کرے گا وہ مجھ تک فرشتوں کے ذریعے پہنچا

دیا جائے گا۔“

☆ ”میرا جو امتی خلوص دل کے ساتھ مجھ پر درود شریف پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجے گا، اس کے اعمال میں دس نیکیاں لکھے گا، اس کے دس درجات بلند ہوں گے اور اس کی دس برائیاں مٹا دی جائیں گی۔“

☆ ”قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ شخص ہوگا جس نے مجھ پر سب سے زیادہ درود پاک بھیجا ہے۔“

☆ ”اصل میں بخیل وہ شخص ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔“

☆ ”جو شخص ہر روز سو مرتبہ درود پاک پڑھے اس کی سوحا جات پوری کی جائیں گی۔ ان میں سے تیس دنیا میں اور باقی آخرت میں پوری ہوں گی۔“

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ رسول پاک ﷺ پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام بھیجیں۔ آمین، ثم آمین!

(ماخوذ از ”معارف القرآن“)

☆.....☆.....☆

افسوس!

بوعلی سینا کی محفل میں کوئی صاحب بیٹھے ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے۔ کہنے لگے: ”چند دن پہلے میری ایک دوست سے توڑ، میں میں ہوگئی۔ ہم نے ایک دوسرے کو خوب کھری کھری سنائیں۔ لیکن افسوس کہ کچھ باتیں کہنا بھول گیا جو مجھے اب یاد آ رہی ہیں اور مجھے انہیں نہ کہہ سکنے کا ملال ہو رہا ہے۔“ بوعلی سینا نے کہا: ”اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو مجھے ان باتوں پر افسوس ہوتا جو میں کہہ چکا تھا۔“

☆.....☆.....☆

روشنی کے مینار

## امام ابوحنیفہؒ

عبدالرحمن

خوب رو، خوش منظر، شیریں کلام، درمیانہ قد! دیکھنے والا رشک بھری نگاہوں سے دیکھتا ہی رہ جاتا۔ لباس بہت عمدہ اور صاف ستھرا پہنتے۔ سراپا بارعب، عمدہ عطریات کا استعمال بڑی کثرت اور اہتمام سے کرتے۔ جن راہوں سے گزرتے، لوگ انہیں دیکھے بغیر خوشبو ہی سے پہچان جاتے کہ اس راہ سے حضرت کا گزر ہوا ہے۔ اس عظیم المرتبت شخصیت کا نام نعمان بن ثابت مرزبان ہے، جو ابوحنیفہ کنیت سے مشہور ہوئے، جنہوں نے سب سے پہلے فقہ کی گتھیاں سلجھائیں اور عمدہ انداز میں مسائل کا استخراج اور دینی نکات سے لوگوں کو متعارف کرایا۔

امام ابوحنیفہؒ نے بنو امیہ کا آخری اور بنو عباس کا ابتدائی دور حکومت دیکھا۔ امام موصوف نے ان حکمرانوں کے دور میں زندگی بسر کی جو علماء کے قدر دان تھے۔ حکومت کی جانب سے علماء کو وافر مقدار میں مالی وسائل مہیا کیے جاتے جس سے ان کی گزر بسر خوش حالی سے ہوتی اور انہیں تلاش روزگار کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ البتہ امام ابوحنیفہؒ نے خودداری کا قابل رشک مظاہرہ کرتے ہوئے عزت نفس اور علمی وقار کو پیش نظر رکھا اور اپنی اقتصادی حالت کو حکومت کا مرہون منت نہ ہونے دیا۔ انہوں نے پوری زندگی خودکما کر کھایا اور ان کی مقدور بھرپہی کوشش رہی کہ ان کا ہاتھ بلند رہے کیونکہ دینے والا ہاتھ لینے والوں سے بہتر ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ حکمران وقت منصور نے ملاقات کے لیے امام ابوحنیفہؒ کو اپنے

دربار میں بلایا۔ جب آپ وہاں پہنچے، اس نے شاہانہ انداز سے استقبال کیا، عزت و اکرام سے اپنے ساتھ بٹھایا۔ دین و دنیا کے بارے میں بہت سے سوالات کیے۔ جب ملاقات کے بعد آپ واپس جانے لگے تو اس نے ادب کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے ایک تھیلی پیش کی جس میں تیس ہزار درہم تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے ارشاد فرمایا: ”امیر المؤمنین! میں بغداد میں اجنبی ہوں۔ یہ مال سنبھالنے کے لیے میرے پاس جگہ نہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ ضائع ہو جائے گا۔ آپ اسے اپنے پاس بیت المال میں سنبھال لیں۔ جب مجھے ضرورت ہوگی میں آپ سے لے لوں گا۔“

منصور نے آپ کا احترام کرتے ہوئے وہ مال امانت کے طور پر بیت المال میں رکھ دیا۔ اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصے بعد امام ابوحنیفہؒ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ وفات کے وقت ان کے گھر میں لوگوں کی امانتیں اتنی مقدار میں موجود تھیں جن کی مالیت اس سے کہیں زیادہ تھی جو حاکم وقت منصور کی جانب سے بیت المال میں بحق امام ابوحنیفہؒ محفوظ تھی۔ منصور کو جب اس صورت حال کا پتہ چلا تو اس نے آہ بھر کر کہا: ”اللہ تعالیٰ ابوحنیفہؒ پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے، اس نے ہمارا عطیہ قبول کرنا گوارا ہی نہیں کیا۔“ امام ابوحنیفہؒ کا مؤقف یہ تھا کہ انسان جو خود اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتا ہے وہ زیادہ پاکیزہ، عمدہ اور دل پسند کھانا ہوتا ہے۔

امام موصوف نے امور تجارت کو سرانجام دینے کے لیے وقت مخصوص کر رکھا تھا۔ آپ ریشم اور اس سے تیار کردہ کپڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ عراق کے مختلف شہروں میں تجارتی کام کا خوب چلن تھا۔ ان کی ایک مشہور و معروف منڈی بھی تھی جس میں خرید و فروخت کے لیے لوگ کشاں کشاں پہنچتے۔ وہاں پوری

صداقت و امانت سے لین دین ہوتا۔ لوگ بڑے اطمینان سے سودا سلف خریدتے۔ کسی کو کوئی اندیشہ نہ ہوتا اور نہ ہی کوئی خطرہ محسوس کرتا۔ لوگوں کو خریدنے کے لیے اعلیٰ اور نفیس ورائٹی ملتی جس سے بلند ذوق کا احساس پیدا ہوتا۔ تجارت سے امام موصوف کو خاطر خواہ نفع حاصل ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وافر مقدار میں مال و دولت میسر آتا۔

امام ابوحنیفہؒ کے جو دو سخا کی خبریں مشرق و مغرب میں پھیل چکی تھیں، خاص طور پر اپنے ہم نشینوں اور ساتھیوں پر بے دریغ خرچ کیا کرتے تھے۔ ایک بوڑھی عورت نے امام صاحب سے ریشم کا کپڑا مانگا۔ آپ نے مطلوبہ کپڑا اس کے لیے نکالا۔ اس نے کہا: ”میں ایک عمر رسیدہ، کمزور و ناتواں عورت ہوں۔ اشیاء کی قیمتوں کا مجھے علم نہیں۔ براہ مہربانی آپ مجھے تھوڑے سے منافع پر کپڑا دے دیں۔“ آپ نے فرمایا: ”میں نے دو تھان ایک ساتھ خریدے تھے۔ ایک تھان فروخت کرنے سے مجھے چار درہم کم پوری رقم مل گئی ہے۔ آپ یہ دوسرا تھان صرف چار درہم دے کر لے جائیں۔ میں آپ سے کوئی منافع نہیں چاہتا۔“

امام ابوحنیفہؒ جب کبھی اپنے اہل خانہ پر خرچ کرتے تو اتنی ہی مقدار میں مساکین، فقراء اور حاجت مندوں کے لیے مال صدقہ کرتے۔ جب کبھی خود کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اتنی ہی قیمت کے کپڑے مساکین کو سلا کر دیتے۔ جب آپ کے سامنے کھانا رکھا جاتا آپ اتنی ہی مقدار میں یا اس سے دو گنا کھانا مساکین میں تقسیم کر دیتے۔

حفص بن عبد الرحمن تجارت میں امام ابوحنیفہؒ کے شریک تھے۔ امام موصوف انہیں ریشم دے کر عراق کے بعض شہروں کی طرف روانہ کیا کرتے تھے۔ ایک

مرتبہ کافی مقدار میں سامان دے کر بھیجا اور اسے بتا دیا کہ فلاں فلاں کپڑا داغی ہے، جب آپ اسے فروخت کریں تو خریدار کو اس عیب سے آگاہ کر دینا۔ جناب حفص بن عبدالرحمن نے تمام سامان بیچ دیا اور خریداروں کو ناقص کپڑوں کے بارے میں بتانا بھول گئے۔ انہوں نے بڑی کوشش کی کہ ان خریداروں کے نام یاد آ جائیں جنہوں نے ناقص کپڑا خریدا ہے لیکن وہ پورے جتن کے باوجود ان کے نام یاد کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ جب امام ابوحنیفہؒ کو صورت حال کا علم ہوا اور ان لوگوں کے پہچاننے میں ناکامی کا پتہ چلا تو بڑے بے چین ہو گئے۔ جب تک آپ نے اس پورے مال کی قیمت کا مال اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کر لیا انہیں دلی اطمینان نصیب نہ ہوا۔

امام ابوحنیفہؒ خوش اخلاق، خوش اطوار، حلیم الطبع اور خوش مذاق تھے۔ آپ کے پاس بیٹھنے والا سعادت حاصل کرتا۔ آپ کا مخالف بھی غیر حاضری میں آپ کو اچھے الفاظ سے یاد کرتا۔ بڑے دانش مند تھے۔ وہ کسی ایسی چیز کو اپنی نیکیوں پر غالب نہیں آنے دیتے تھے جو ان پر پانی پھیر دے۔ امام ابوحنیفہؒ کو لوگوں کی محبت اور الفت شکار کرنے کا بہت شوق تھا اور وہ ہمیشہ ان سے خوش گوار تعلقات کے خواہاں رہتے۔ جب کوئی اجنبی آپ کے پاس بیٹھ کر جانے لگتا تو آپ اس سے آمد کا مقصد ضرور دریافت کرتے۔ اگر وہ فقیر ہوتا تو اس کی مالی مدد کرتے، اگر وہ بیمار ہوتا تو اس کی تیمارداری کرتے، اگر وہ ضرورت مند ہوتا تو اس کی ضرورت کو پورا کرتے۔ اکثر و بیشتر دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت میں مصروف رہتے۔ قرآن حکیم کو بڑی محبت اور چاہت کے ساتھ پڑھتے۔ سحری کے وقت استغفار کرتے۔

☆.....☆.....☆

دین و دنیا

## زکوٰۃ و صدقہ کی اہمیت احادیث کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد مزمل احسن شیخ

☆ ”اے ابن آدم! تیرے لیے اپنی ضرورت سے زائد چیز کا خرچ کرنا ہی بہتر ہے اور ضرورت سے زائد چیز کو روک رکھنا تیرے لیے برا ہے، اور بقدر ضرورت اپنے پاس رکھنے پر تجھے کچھ ملامت نہیں ہے۔ پہلے ان پر خرچ کرو جو تمہارے زیر کفالت ہیں اور (یاد رکھو) اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔“

☆ ”تمہارے اسلام کی تکمیل یہ ہے کہ تم اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔“

☆ ایک شخص نے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی اس کے مال کا شر اس سے جاتا رہا۔“

☆ ”بے شک صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔“

☆ ”اپنے مال و دولت کی زکوٰۃ کے ذریعے سے حفاظت کرو، اپنی بیماریوں کا علاج صدقہ کے ذریعے سے کرو اور مصیبت کی (سرکش) امواج کا سامنا دعا اور گریہ و زاری کے ذریعے کرو۔“

☆ ”تمہارا اپنے مسلمان بھائی کے سامنے مسکرانا بھی صدقہ ہے، تمہارا نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے، اور تمہارا بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھانا بھی تمہارے لیے صدقہ ہے، اور تمہارا کسی اندھے کو راستہ بتانا بھی

تمہارے لیے صدقہ ہے، اور تمہارا راستے سے پتھر، کانٹا اور ہڈی ہٹانا بھی تمہارے لیے صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈالنا بھی تمہارے لیے صدقہ ہے۔“

☆ ”جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے (تمام) اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین (اعمال) کے۔ نیک بیٹا جو اس کے لے دعا گورہے، ایسا علم جس سے اس کے مرنے کے بعد بھی استفادہ کیا جائے، صدقہ جاریہ۔“

☆.....☆.....☆

### اسمائے حسنیٰ کے فائدے

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے یعنی ایک کم سونام ہیں، جس نے ان کو محفوظ کر لیا (یعنی ان کو یاد کیا اور ان پر ایمان لایا) وہ جنت میں پہنچ گیا۔“

یہاں یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے صرف ننانوے نام نہیں ہیں، قرآن و حدیث میں ان ناموں کے علاوہ اور بہت سے اچھے اچھے نام ہیں۔ نیز دیگر آسمانی کتابوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے کئی نام بیان کیے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کچھ نام ایسے ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مذکورہ بالا روایت میں صرف ان ناموں کا اجمالی تذکرہ ہے جن کو محفوظ کرنے والا جنت کا مستحق بن جاتا ہے۔ اس لیے یہ مانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار نام اور صفات ہیں، ان ناموں کو محفوظ کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ سمجھ کر ان ناموں کو یاد کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف و کمالات کے ساتھ متصف جاننا اور ماننا چاہیے۔ نیز ان ناموں کو بار بار پڑھنا چاہیے اور ان کا خوب ورد کرنا چاہیے تاکہ آپ فضائل اور اوصاف حمیدہ سے آراستہ اور رذائل و گناہوں سے پاک صاف ہو جائیں۔ یہی ان ناموں کو یاد کرنے کا سب سے بڑا فائدہ ہے۔

☆.....☆.....☆

حقوق العباد

## فی سبیل اللہ

حافظ محمد عمیر

اس کے لفظی معنی ہیں: اللہ کی راہ میں۔ اللہ تعالیٰ تو ہر ضرورت اور احتیاج سے پاک ہے۔ جب اسے ہمارے انفاق کی ضرورت نہیں ہے تو پھر ہم کیسے معلوم کریں کہ ہمارا انفاق اللہ کی راہ میں ہے یا کسی اور راہ میں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو ہمارے انفاق کی ضرورت نہیں ہے تو پھر انفاق کے مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کے لیے فی سبیل اللہ کی شرط کیوں لگائی گئی ہے؟ ان سوالات کا جواب حاصل کرنا ضروری ہے۔

انفاق درحقیقت ہماری اپنی ضرورت ہے، اس لیے قرآن و حدیث میں انفاق کی جو تاکید کی گئی ہے اس کا صرف ایک ہی مطلب ہے کہ ہمارے رابطہ میں آنے والے دوسرے انسان کی عارضی اور دائمی، دونوں زندگی خوش گوار ہو۔ جب کوئی شخص دلی آمادگی کے ساتھ اللہ کی اطاعت میں انفاق کرتا ہے تو اس کا یہ عمل اللہ کی راہ میں ہے۔ انفاق کا ارادہ کرنے اور اس پر عمل کر لینے کے بعد اپنے دل میں جھانک کر اور دیانت داری سے اسے ٹٹول کر دیکھیں کہ اس انفاق کے اجر کی توقع آپ کو کس سے ہے؟ اگر یہ توقع اللہ تعالیٰ سے ہے تو آپ کا انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اگر یہ توقع کسی بندے سے ہے تو یہ انفاق فی سبیل اللہ نہیں ہے۔ اور اگر یہ توقع اللہ اور بندے دونوں سے ہے تو یہ شرک خفی ہے۔ یہ بات سمجھ لینا جتنا آسان ہے، اس پر عمل کرنا اتنا ہی مشکل ہے۔ اپنے انفاق کا اجرا حقیقتاً اللہ تعالیٰ سے لینا ہے تو اس کا منطقی نتیجہ یہی ہونا چاہیے کہ دوسرے بندے کا مثبت یا

منفی، کوئی بھی رویہ ہمارے عمل پر اثر انداز نہ ہو۔ اگر بندے کے رویہ سے ہمارا عمل متاثر ہوتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ بندے سے اجر کی توقع سینہ کے کسی گوشے میں پوشیدہ تھی۔

امید ہے اب آپ پہچان سکیں گے کہ آپ کا کوئی انفاق فی سبیل اللہ ہے یا نہیں۔ اب یہ بھی سمجھ لیں کہ انفاق کے مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کے لیے فی سبیل اللہ کی شرط کیوں لگائی گئی ہے۔ جہاں تک انفاق کے آخرت کے اجر و ثواب کا تعلق ہے، تو اللہ تعالیٰ صرف ایسے نیک عمل کو قبول کرتا ہے جو خالصتاً اس کی رضا جوئی میں کیا جائے۔ دنیوی زندگی میں اس شرط کی ضرورت یہ ہے کہ بندوں سے اجر کی توقع کرنے کی وجہ سے کچھ باتیں پیدا ہوتی ہیں جو ہمارے لیے تکلیف کا باعث ہوتی ہیں۔ ان باتوں کو سمجھ لیں تو شرط کی حکمت ان شاء اللہ خود بخود سمجھ میں آ جائے گی۔

جب ہم کسی کے ساتھ کوئی بھلائی کرتے ہیں تو عموماً ہمارا ذہن اسے ہمارے سامنے بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے، جبکہ عین ممکن ہے کہ سامنے والا اسے سرے سے بھلائی ہی نہ سمجھ رہا ہو۔ اگر اسے بھلائی سمجھ بھی رہا ہے تو ممکن ہے اس درجہ کی نہ سمجھے جو ہمارے ذہن میں ہے۔ ایسی صورت میں یا تو وہ اجر دینے کے متعلق سوچے گا ہی نہیں، اور اگر اجر دے گا تو وہ ہماری توقع سے کم ہوگا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم مایوسی اور دل شکنی کا شکار ہو جائیں گے۔ فرض کریں کہ سامنے والے نے ہماری بھلائی کا صحیح ادراک کر لیا ہے اور اس کے اندر اس کا بدلہ دینے کی شدید خواہش بھی ہے۔ پھر بھی وہ اپنی خواہش کے مطابق بدلہ نہیں دے سکتا، کیونکہ وہ اپنی استعداد کے مطابق بدلہ دینے پر مجبور ہے۔ ایسی صورت میں بھی وہ بدلہ

ہماری توقع سے کم ہوگا۔ ذرا سوچیں ایک بندہ کسی دوسرے کو کیا دے سکتا ہے؟ اور اس پر ہم مطمئن کیسے ہو سکتے ہیں؟ جو لوگ بھلائی کر کے اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتے ہیں اور بندے سے شکر یہ کی بھی توقع نہیں کرتے، انہیں ان کا اجر ملتا رہے گا۔ اس کے علاوہ سکون اور اطمینان قلب کی نقد دولت جو ان کے ہاتھ آتی ہے، اس کا کوئی مول ہی نہیں ہے۔ اس نعمت کو وہ لوگ کیا سمجھیں گے جنہیں یہ کبھی نصیب ہی نہیں ہوئی!

☆.....☆.....☆

### متضاد رویے

- ☆ آج کے دور میں لوگ اپنا تے ایک تہذیب کو ہیں لیکن مزہ دوسری تہذیب کا لینا چاہتے ہیں۔
- ☆ ماڈرن عورت پردہ نہیں کرتی اور چاہتی یہ ہے کہ کوئی اس کی طرف بری نظر سے نہ دیکھے۔
- ☆ ساری زندگی حرام کمائی سے جمع کرتے ہیں اور پھر محل بنا کر لکھتے ہیں: ”ہذا من فضل ربی۔“
- ☆ ماں باپ کو ستا کر، جھاڑ پلا کر چپ کر دیتے ہیں اور گاڑی پر لکھتے ہیں: ”یہ سب میرے ماں باپ کی دعا ہے۔“
- ☆ تعلیم انگریزی حاصل کرنا چاہتے ہیں، نوکری یورپ میں کرنا چاہتے ہیں، سیر پیرس کی کرنا چاہتے ہیں اور دیکھنا برج الخلیفہ چاہتے ہیں، لیکن مرنا گنبد خضراء کے سائے تلے اور دفن جنت البقیع میں ہونا چاہتے ہیں۔

☆.....☆.....☆

## سلام

ماہر القادری

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی  
 سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی  
 سلام اس پر کہ اسراہِ محبت جس نے سمجھائے  
 سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے  
 سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں  
 سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں  
 سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا  
 سلام اس پر کہ ٹوٹا بویا جس کا بچھونا تھا  
 سلام اس پر جو امت کے لیے راتوں کو روتا تھا  
 سلام اس پر جو فرشِ خاک پر جاڑوں میں سوتا  
 درود اس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی  
 درود اس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی  
 درود اس پر کہ جو ماہر کی امیدوں کا بچا ہے  
 درود اس پر کہ جس کا دونوں عالم میں سہارا ہے

☆.....☆.....☆

بزمِ اقبال

## ابلیس کی مجلس شوریٰ

(گزشتہ سے پیوستہ)

اسرارزیدی

دوسرا مشیر

☆ خیر ہے سلطانی جمہور کا غوغا کہ شر؟  
 تو جہاں کے تازہ فتنوں سے نہیں ہے باخبر؟  
 پہلے مشیر کی بات سن کر حکومت شیطان کا ایک اور رکن اٹھتا ہے، اور کہتا ہے  
 کہ تیری ساری باتیں درست ہیں لیکن تو نے جہان میں پیدا ہونے والے ایک  
 نئے فسادِ نظام کا ذکر نہیں کیا جس کا نام جمہوریت ہے۔ کیا تجھے اس کی خبر نہیں  
 ہے؟ تو ہمیں اس کے متعلق بتا کہ یہ ہمارے لیے اچھائی کی بات ہے یا برائی کی۔

پہلا مشیر

☆ ہوں، مگر میری جہاں بنی بتاتی ہے مجھے  
 جو ملوکیت کا اک پردہ ہو، کیا اس سے خطر!  
 پہلا مشیر دوسرے مشیر کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ میں دنیا میں  
 اٹھنے والے اس فسادِ نظام اور فتنہ سے باخبر ہوں جس کا نام مغربی جمہوریت  
 ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ مغربی جمہوریت کے پیچھے بادشاہت کی روح ہی ہے۔  
 ایسی صورت حال میں ہمیں اس جمہوری نظام کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔

☆ ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس

☆ جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر

☆ جب انسان میں مختلف وجوہات کی بنا پر یہ شعور اجاگر ہوا کہ وہ اپنی قدر و

قیمت کو پہچان سکے اور اپنے حقوق حاصل کرنے کا اہل ہو سکے تو ہم نے اس کے ذہن میں یہ بات ڈال دی کہ اگر بادشاہی نظام میں تمہاری کوئی قدر و منزلت نہیں تو تم خود اپنے لیے حکمران منتخب کر لیا کرو جو تم میں سے ہوگا اور تمہارے حقوق کا خیال رکھے گا۔ اسی کو اس نے جمہوریت کا نام دے دیا۔ لیکن اس میں ہوتا یہ ہے کہ منتخب شدہ حکمران وہی حاکمانہ رویہ اختیار کرتے ہیں جو بادشاہ کرتے ہیں۔ لہذا فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ جمہوری نظام بھی ہمارا ہی پیدا کردہ ہے۔

☆ کاروبارِ شہریاری کی حقیقت اور ہے

یہ وجودِ میر و سلطان پر نہیں ہے منحصر بادشاہی نظام حکومت کا دار و مدار اور انحصار کسی شخص پر نہیں ہے بلکہ اس کی اصلیت ”شاہی رویہ“ ہے۔ اگر یہی شاہی رویہ ہم جمہوری نظام میں پیدا کر دیں گے تو منتخب شدہ ارکانِ حکومت بھی وہی کچھ کریں گے۔

☆ مجلس ملت ہو یا پرویز کا دربار ہو

ہے وہ سلطان، غیر کی کھیتی پہ ہو جس کی نظر چاہے وہ منتخب شدہ اسمبلی ہو یا کسی بادشاہ کا طرز حکومت، دونوں کا مقصد ایک ہی ہے کہ دوسروں کو محنت مزدوری پر لگا کر محتاج و نادار رکھنا اور ان سے فائدہ اٹھانا۔

☆ تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام

چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر موجودہ طرز کا جمہوری پارلیمانی نظام دنیا والوں کو یورپ سے ملا ہے۔ اسے غور سے دیکھو تو اس کا ظاہر بڑا فائدہ مند نظر آئے گا لیکن اس کے اندر جو روح ہے وہ دنیا کے ظالم ترین بادشاہ چنگیز سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔

☆.....☆.....☆

نو مسلمہ خواتین

ثریا کملا

(کیرالا، بھارت)

غازی محمد اسحاق

پردہ: احساسِ تحفظ

ڈاکٹر ثریا کملا (خاندانی نام ڈاکٹر کملا داس) ناول نگار، شاعرہ اور بین الاقوامی شہرت کی حامل مصنف و محقق ہیں۔ انہوں نے 1999ء میں اسلام قبول کر لیا اور دنیا بھر کے مذہبی اور علمی حلقوں میں تہلکہ مچ گیا۔ اس معروف و مشہور خاتون نے کیرالا کے شہر ”کوچین“ میں ایک علمی و ادبی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے برصغیر کے سیاسی، مذہبی اور علمی حلقوں میں اس انکشاف سے سنسنی پھیلا دی۔

”دنیا سن لے کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اسلام جو محبت اور امن و سلامتی کا دین ہے، اسلام جو مکمل ضابطہ حیات ہے۔ میں نے یہ فیصلہ جذباتی یا ہنگامی بنیادوں پر نہیں کیا۔ اس کے لیے میں نے ایک عرصے تک نہایت توجہ اور سنجیدگی کے ساتھ گہرا مطالعہ کیا ہے اور آخر کار اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ دیگر بے شمار خوبیوں کے علاوہ اسلام عورت کو احساسِ تحفظ عطا کرتا ہے اور میں اس کی بڑی ہی ضرورت محسوس کرتی تھی۔ اس کا ایک روشن ترین پہلو یہ بھی ہے کہ اب مجھے بے شمار خداؤں کی بجائے ایک اور صرف ایک معبود کی پرستش کرنی ہوگی۔ یہ رمضان کا مہینہ ہے، مسلمانوں کا مقدس ترین مہینہ اور میں خوش ہوں کہ اس مقدس مہینے

میں اپنے عقائد میں انقلابی تبدیلیاں لا رہی ہوں اور بقائمی ہوش و حواس اعلان کرتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ماضی میں میرا کوئی عقیدہ نہ تھا۔ بت پرستی سے بد دل ہو کر میں نے دہریت اختیار کر لی تھی۔ لیکن اب میں اعلان کرتی ہوں کہ میں خدائے واحد کی پرستار رہوں گی اور بلا امتیاز مذہب و ملت اس کے سارے بندوں سے محبت کرتی رہوں گی۔“

بعد میں ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں انہوں نے وضاحت کی: ”میں نے کسی دباؤ کے تحت اسلام قبول نہیں کیا۔ یہ میرا آزادانہ فیصلہ ہے اور میں اس پر کسی تنقید کی کوئی پروا نہیں کرتی۔ میں نے فوری طور پر گھر سے بتوں اور صورتوں کو ہٹا دیا ہے اور یوں محسوس کرتی ہوں جیسے مجھے نیا جنم ملا ہے۔“

”ٹائمز آف انڈیا“ کو انٹرویو دیتے ہوئے 15 دسمبر 1999ء کو ڈاکٹر ثریا کملا نے کہا: ”اسلامی تعلیمات میں برقع نے مجھے بہت متاثر کیا، یعنی وہ لباس جو مسلمان خواتین عموماً پہنتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ برقع بڑا ہی زبردست (Wonderful) لباس اور غیر معمولی چیز ہے۔ یہ عورت کو مرد کی چھٹی ہوئی نظروں سے محفوظ رکھتا ہے اور ایک خاص قسم کا احساس تحفظ فراہم کرتا ہے۔“

انہوں نے مزید وضاحت کی: ”آپ کو میری یہ بات بڑی عجیب محسوس ہو گی کہ میں نام نہاد آزاد روی سے تنگ آ گئی ہوں۔ مجھے عورتوں کا کھلا چہرہ، آزادانہ چلت پھرت ذرا بھی پسند نہیں۔ میں چاہتی ہوں کوئی مرد میری طرف گھور کر نہ دیکھے۔ اسی لیے آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ میں گزشتہ چوبیس سال سے وقتاً فوقتاً برقع اوڑھ رہی ہوں۔ شاپنگ کے لیے جاتے ہوئے، ثقافتی پروگراموں میں شرکت کرتے ہوئے حتیٰ کہ بیرون ملک سفر میں میں اکثر برقع پہن لیا کرتی

تھی اور ایک خاص قسم کے احساس تحفظ سے لطف اندوز ہوتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ پردہ دار عورتوں کا احترام کیا جاتا ہے اور کوئی انہیں بلاوجہ پریشان نہیں کرتا۔“

ڈاکٹر ثریا نے مزید فرمایا: ”اسلام نے عورتوں کو مختلف حوالوں سے بہت سی آزادیاں دے رکھی ہیں بلکہ جہاں تک مساوات کا تعلق ہے تاریخ کے کسی دور میں دنیا کے کسی معاشرے نے مرد و زن کی مساوات کا وہ اہتمام نہیں کیا جو اسلام نے کیا ہے۔ اسے مردوں کے مساوی حقوق سے نوازا گیا ہے۔ ماں، بہن، بیوی اور بیٹی غرض اس کا ہر رشتہ باوقار اور لائق احترام ہے۔ اسے باپ، خاوند اور بیٹوں کی جائیداد میں حصہ دار بنایا گیا ہے اور گھر میں وہ خاوند کی نائب اور قائم مقام ہے۔ جہاں تک خاوند کی اطاعت کا تعلق ہے، یہ گھر کے نظام کو بہتر رکھنے کے لیے ضروری ہے اور میں اسے نہ غلامی سمجھتی ہوں نہ آزادی کے تقاضوں کی خلاف ورزی خیال کرتی ہوں۔ اس نوعیت کی اطاعت شعاری اور فرماں برداری کے بغیر تو کسی شعبے کا نظام برقرار نہیں رہ سکتا اور اسلام تو ہے ہی رسول ﷺ کی بے ریا پیروی کا نام، یہی غلامی تو سچی آزادی کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔ ورنہ انسان تو حیوان بن جائے اور جہاں چاہے، جس کھیتی میں چاہے منہ مارتا پھرے۔ غرض اسلام اور صرف اسلام عورت کے وقار اور مقام و مرتبے کا لحاظ کرتا ہے۔ ہندو مذہب میں ایسی کوئی رعایت دور دور تک نظر نہیں آتی۔“

ڈاکٹر ثریا کملا کو اسلام قبول کرنے کے لیے ستائیس برس تک انتظار کرنا پڑا۔ وہ ستر کی دہائی میں اسلام سے متاثر ہوئیں اور اس حوالے سے اپنے شوہر سے گفتگو کرتی رہیں جنہوں نے جواب میں اعتراض یا مخالفت کا انداز اختیار نہ کیا بلکہ مشورہ دیا کہ کسی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے انہیں اسلام کے بارے میں وسیع اور گہرا

مطالعہ کرنا چاہیے۔ ان کے تینوں بیٹوں کا رویہ بھی مثبت رہا۔ چنانچہ جب ان کی والدہ نے قبول اسلام کا اعلان کیا تو تینوں بیٹے کو چین پہنچ گئے تاکہ مکہ مخالفت کا متحد ہو کر مقابلہ کیا جاسکے۔ تینوں بیٹوں کا رد عمل تھا: ”ہمیں اپنی والدہ کے فیصلے سے کوئی اختلاف نہیں۔ وہ ہماری ماں ہیں خواہ وہ ہندو ہوں، عیسائی ہوں یا مسلمان۔ ہم ہر حال میں ان کا ساتھ دیں گے اور ان کے احترام میں کوئی کمی نہیں آنے دیں گے۔“ بیٹوں کی فرماں برداری کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر ثریا نے انکشاف کیا: ”میرے بیٹوں نے کہہ دیا ہے کہ اگر آپ خوش ہیں تو ہم بھی اسلام قبول کرنے پر تیار ہیں۔“

اسلام قبول کرنے کے بعد انتہا پسند ہندوؤں کی طرف سے دھمکیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ خطوط میں اور ٹیلی فون پر گالیاں دی جاتیں۔ محترمہ کے بیٹے ایم ڈی فلائیڈ نے بتایا: ”ہم نے اس ضمن میں بے شمار فون سنے ہیں۔ ایک شخص نے دھمکی دی: میں چوبیس گھنٹے کے اندر اس کو قتل کر دوں گا۔“ لیکن ڈاکٹر ثریا جواب میں پرسکون تھیں۔ مقامی پولیس کے حکام نے اسے گارد کی پیش کش کی لیکن انہیں بتا دیا کہ مجھے صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ ہے، وہی میری حفاظت فرمائے گا۔

خلیج ناٹمنر سے باتیں کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ”میں نے اب باقاعدہ پردہ اختیار کر لیا ہے اور یوں لگتا ہے کہ جیسے برقع بلیٹ پروف جیکٹ ہے جس میں عورت مردوں کی ہوس ناک نظروں سے بھی محفوظ رہتی ہے اور ان کی شرارتوں سے بھی۔“

انہوں نے زور دے کر کہا کہ اسلام نے نہیں بلکہ معاشرتی نا انصافیوں نے عورتوں کے حقوق غصب کیے ہیں۔ اسلام تو عورتوں کے حقوق کا سب سے بڑھ

کر محافظ ہے۔ انہوں نے بڑے اعتماد کے ساتھ کہا: ”اسلام میرے لیے دنیا کی سب سے قیمتی متاع ہے۔ یہ مجھے جان سے بڑھ کر عزیز ہے اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دی جاسکتی ہے۔ میں بڑی عمر کی ایک عورت ہوں اور سچی بات یہ ہے کہ قبول اسلام سے پہلے زندگی بھر بے خونی کا ایک خاص انداز میرے تجربے میں نہیں آیا۔ سکون، طمانیت، مسرت اور بے خونی کی نعمت دولت سے ہرگز نہیں مل سکتی۔ اسی لیے دولت میری نظروں میں حقیر ہو گئی ہے۔“

اس نے مزید کہا: ”میرے نزدیک اسلام کی روح یہ ہے کہ ایک سچے مسلمان کو دوسروں کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنی چاہیے۔ میں پہلے بھی اس پر کاربند ہوں اور آئندہ بھی یہی طریقہ اختیار کروں گی۔ چنانچہ اس ضمن میں خلیج خدا تک اسلام کی برکات منتقل کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ چاہتی ہوں کہ اسلام کی نعمت میسر آنے کے بعد مسرت و طمانیت کے جس احساس سے آشنا ہوئی ہوں، اسے ساری دنیا تک پہنچا دوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے جو اطمینان اور سکون حاصل ہوا ہے اور مسرت کی جس کیفیت سے میں روشناس ہوئی ہوں، اسے بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں۔“

☆.....☆.....☆

## ایمان ہے تو سب کچھ ہے!

مریم خنساء

سڑاپ! سڑاپ! بید کی ضربیں پے در پے مولانا جعفر تھائیسری کی پشت پر پڑ رہی ہیں۔ بازوؤں پر پڑ رہی ہیں، ٹانگوں پر پڑ رہی ہیں، چہرے پر پڑ رہی ہیں لیکن مجال ہے کہ ان کی زبان سے آہ تک بھی نکلی ہو۔ ضربیں اتنی شدید ہیں کہ پتھر پر بھی پڑتیں تو وہ دو ٹکڑے ہو جاتا مگر مولانا جعفر تھائیسری کی زبان اگر کھلتی ہے تو اللہ، استغفر اللہ یا ”الحمد للہ“ کے علاوہ قریب کھڑے جلا، پولیس افسران اور کیپٹن پارسن کچھ نہیں سن پاتے۔ سب حیران ہیں کہ آخر یہ شخص کس مٹی کا بنا ہوا ہے کہ اس پر کوئی چیز اثر ہی نہیں کرتی۔ مار کھاتے کھاتے جسم زخموں سے چور ہے، نقاہت سے زمین پر گر پڑتا ہے، غشی طاری ہو جاتی ہے مگر اس کی بات ماننا تو درکنار آہ تک نہیں کرتا۔ آخر تھک ہار کر کیپٹن پارسن پولیس آفیسر اور دیگر افراد کو لے کر کوٹھڑی سے باہر نکل گیا اور دروازے کو تالا لگوا دیا۔

یہ 1865ء کی بات ہے اور انگریزوں کے ہندوستان پر قبضے کا دور۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ مولانا جعفر تھائیسری اپنے گیارہ ساتھیوں کے ہمراہ قید کر لیے گئے ہیں۔ ان کا جرم یہ ہے کہ وہ انگریزوں کی غلامی میں رہنا پسند نہیں کرتے۔ اللہ پر پکا ایمان رکھتے ہیں اور اس کے دین پر عمل کرتے ہیں۔ دیگر مسلمانوں کو بھی آزادی حاصل کرنے کے لیے جہاد کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

انگریز انہیں قید کر کے، مار پیٹ کر کے ان کے دیگر ساتھیوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں مگر وہ مسلمان بھائیوں کے متعلق بتا کر انہیں بھی

اس کڑی آزمائش اور مصیبت میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے۔

کیپٹن پارسن اور اس کے جلا دصفت ساتھی جیل کی اس کوٹھڑی سے باہر نکلے تو مولانا جعفر تھائیسری کمزوری کی وجہ سے بے ہوشی میں تھے۔ ہوش میں آئے تو انہوں نے انگریزوں کے بے پناہ ظلم و ستم سے اندازہ لگایا کہ وہ انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ کسی وجہ سے ان کے رمضان المبارک کے چند روزے باقی تھے۔ انہوں نے سوچا: ”نہ جانے یہ لوگ مجھے کب مار دیں، اللہ تعالیٰ کا یہ قرض اپنے اوپر کیوں رہنے دوں!“ اس خیال سے انہوں نے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ اگلے دن پارسن پھر آ گیا۔ اب کے انہیں ایک انگریز آفیسر کی کوٹھی میں لے جایا گیا۔ اس نے انہیں مال و دولت اور آزادی کا لالچ دے کر اپنی بات منوانا چاہی لیکن مولانا جعفر تھائیسری کو مال و دولت کی پروا ہی کب تھی۔

انہوں نے اس بات کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ کیپٹن پارسن سخت غصے میں آ گیا۔ انہیں کوٹھی کے ایک کونے میں لے گیا، جہاں پولیس کے چار پانچ نوجوان یکبارگی بیٹھنے کی طرح مولانا پر پل پڑے۔ انہیں نیچے سے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ لاتوں، گھونسوں اور جوتوں کی بارش کر دی۔ مولانا کو ہر طرح اذیتیں دیں مگر نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ مولانا کی زبان پر ایک ہی دعا تھی: ”یا اللہ! مجھے اس آزمائش میں ثابت قدم رکھ۔“

ظلم و ستم کا وحشیانہ سلسلہ، گرمی کا موسم، روزے کی حالت! کئی بار مولانا پر نیم غشی کی حالت طاری ہو گئی۔ انگریز افسروں نے مایوس ہو کر چھوڑ دیا۔ کوٹھی سے جیل کی طرف لے کر چلے تو راستے میں درخت تھے۔ ان کے پتوں سے روزہ افطار کیا۔

یہ اپریل 1864ء ہے۔ جعفر تھائیسری اپنے گیارہ ساتھیوں کے ہمراہ جو

سب معروف علمائے دین ہیں، عدالت میں حاضر ہیں۔ مقدمے کی سماعت کے دوران ہی عدالت میں نمازِ ظہر کا وقت آ گیا۔ مولانا نماز پڑھنے کی اجازت مانگتے ہیں، مگر مجسٹریٹ ان کی درخواست کو حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے کہ تمہارے لیے مقدمہ ملتوی نہیں کیا جاسکتا۔

پھر سب نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ مولانا جعفر تھامسری کے ایک ساتھی مولانا یحییٰ علی اپنی کرسی سے اتر کر کمرہ عدالت کی زمین پر بیٹھ کر مٹی پر ہاتھ مارنے لگے ہیں۔ پہلے مٹی ہاتھوں پر ملی اور پھر چہرے پر، اور یوں تیمم کا فریضہ ادا کیا۔ مولانا یحییٰ علی کی پیروی میں ان کے دیگر ساتھی بھی ایسے ہی کرتے ہیں۔ صفیں بنا کر باقاعدہ جماعت کروانے کی اجازت ملنا تو مشکل ہے۔ مولانا یحییٰ علی اپنی جگہ پر ہی کھڑے ہو کر امامت کرواتے ہیں اور باقی ساتھی بھی اپنی اپنی جگہوں پر ہی ان کے پیچھے نماز ادا کر لیتے ہیں۔

اردگرد کھڑے پولیس اور فوج کے دو مسلح نوجوان بندوقیں تانے مجسٹریٹ کے حکم کے منتظر ہیں کہ انہیں سزا دی جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجسٹریٹ پر ایک عجیب خوف کا عالم طاری ہو چکا تھا۔ دوسرے لوگوں کی حالت بھی اس سے کچھ مختلف نہیں۔ وہ حیران ہیں کہ یہ کیسے لوگ ہیں! مار پیٹ ان پر کوئی اثر نہیں کرتی، موت سے یہ ڈرتے نہیں۔ انگریز اس وقت آدھی دنیا پر حکمران ہیں لیکن یہ ان کے دبدبے سے بھی بے پروا ہیں۔ ایک ان دیکھے رب کا حکم ماننے کے لیے ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔ مال و دولت کا بھی انہیں کوئی لالچ نہیں۔ ان کے رب کی بظاہر ان پر کوئی گرفت بھی نہیں لیکن اس کے باوجود ان کا ایمان اتنا پختہ ہے کہ یہ اس کے حکم کی تعمیل میں ہمارے ہتھیاروں کی بھی کوئی پروا نہیں کرتے۔

عدالت میں دوسرا دن بھی اسی طرح گزرتا ہے اور تیسرا دن بھی۔ چوتھے دن عدالت بازی ہار چکی ہے۔ وہ جان گئی ہے کہ یہ مجاہد انہیں خاطر میں لانے والے نہیں۔ ان کی طاقت کا سرچشمہ ساری کائنات کا خالق اور ساری قوتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ اپنی جان اور مال کے بدلے اس سے جنت خرید چکے ہیں لہذا اب دنیا کی کوئی طاقت بھی انہیں اس کی عبادت کرنے سے روک نہیں سکتی۔ عدالت نے ایک ایک مجاہد کو تین تین مسلح محافظوں کے ہمراہ کمرہ عدالت سے باہر جا کر نماز ادا کرنے کی اجازت دے دی۔ زنجیوں سے چور، نہتے، بے سرو سامان، ان بظاہر نحیف و نزار مسلمانوں میں سے ہر ایک کے ہمراہ حفاظت کے لیے تین تین مسلح فوجیوں کا انتظام حیرت انگیز ہے۔ ان مسلمانوں کے مضبوط ایمان کی طاقت نے انگریز حکومت کو ناقابل فراموش شکست دے دی ہے!

☆.....☆.....☆

سچی کہانی

## نیکی کرو، خدا سے چاہو

انتخاب: محمد ابراہیم

میں لاہور میں سعودی عرب کے تعلیمی اتاشی کے سامنے بیٹھا تھا۔ میرے کاغذات اور جدہ یونیورسٹی کا ویزا اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ کافی دیر تک کاغذات کو دیکھتا رہا، پھر بولا: ”لیکن میں اس ویزے کو نہیں مانتا۔“ میں نے پوچھا: وجہ؟ اس نے کہا: ”تعلیم تو ٹھیک ہے مگر تمہارا تجربہ انڈسٹری کا ہے، تدریس کا تجربہ تو صفر ہے۔“ میں نے کہا: ”سر! جدہ میں رئیس القسم نے میرا ٹیسٹ اور پڑھائی کا طریقہ دیکھ کر میری سفارش کی، پھر میرا ڈین سے انٹرویو ہوا، اس کے بعد یہ ویزا دیا گیا ہے۔“ اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔ بولا: ”ضروری نہیں کہ اگر انہوں نے غلطی کی ہو تو میں بھی غلطی کروں۔“

دو مہینے بے روزگاری کے ہو چکے تھے۔ میں سخت ٹینشن میں بیٹھا تھا کہ بیل بجی۔ دروازے پر ٹین ڈبے والا تھا۔ کوئی ستر سال کا ہوگا۔ بالکل ہڈیوں کا ڈھانچا، میلا کچھلا، پیوند لگے کپڑے، پسینے میں نہایا ہوا۔ کہنے لگا: ”صاحب! دس سال ہو گئے ہیں ان گلیوں میں چکر لگاتے، آج پہلی بار کسی کے گھر کی بیل بجائی ہے۔“ میں نے حیرت سے کہا: ”بولو؟“ کہنے لگا: ”میری اکلوتی بیٹی کی شادی میں صرف ایک ہفتہ باقی رہ گیا ہے مگر میرے پاس ایک پیسہ نہیں ہے۔ آج کل کام بھی بہت مندا ہے۔ کئی لوگوں سے ادھار مانگا، سب نے انکار کر دیا۔ کل رات بہت دیر تک مسجد میں رویا اور دعا مانگی تو رات خواب میں آپ کی گلی اور گھر نظر آیا اور آواز آئی ان

سے جا کر مانگ لے۔ اس لیے صرف آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے۔“ مجھے اس کی کہانی پر یقین نہیں آیا اور ہنسی بھی آئی کہ لوگ کیسی کیسی چالاکی کرنے لگے ہیں۔ میں نے ازراہ مذاق پوچھا: ”کتنے پیسوں کی ضرورت ہے؟“ بولا: ”صاحب سادگی سے رخصتی کرنی ہے۔ زیور تو میں اپنی بیوی کا چڑھا دوں گا، مگر پانچ چھ جوڑے اور شادی کا کھانا تو کرنا ہوگا۔ کوئی تیس ہزار کا خرچہ ہوگا۔“ اس بے روزگاری میں یہ میرے لیے بہت بڑی رقم تھی۔ میں عجیب شش و پنج میں تھا۔ پھر مجھے یاد آیا کہیں پڑھا تھا کہ جب تنگی ہو تو خدا سے تجارت کیا کرو، وہ کبھی ناامید نہیں کرتا۔ تیس ہزار دینے کا مطلب یہ تھا کہ اب واپسی کی کوئی امید نہیں۔ خیر میں گیا اور تیس ہزار لاکر اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ اس نے میرے ہاتھ چوم لیے اور رونے لگا۔

کوئی پندرہ دن بعد پھر اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے غصہ سے پوچھا: ”اب کیا مسئلہ ہے؟ کیا پھر کوئی خواب دیکھا ہے؟“ کہنے لگا: ”صاحب! کل عشاء کی نماز پڑھ کر بڑی دعا کی کہ مولا قرض تو دلا دیا ہے، اب ادائیگی میں بھی مدد کر دے۔ سو گیا تو پھر آپ کا گھر نظر آیا۔ آواز آئی کہ تیرا قرض ادا کر دیا گیا ہے۔ جا کر بتا دے کہ اس کا بھی کام کر دیا گیا ہے۔“

میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔ میں نے کہا: ”ٹھیک ہے، جاؤ۔ میں نے تم سے کون سا قرض وصول کرنا تھا۔“ کمرہ میں آ کر میں کافی دیر تک سوچتا رہا، پھر والدہ سے مشورہ کیا تو وہ بولیں: ”تم کل ہی لاہور جاؤ۔ ہو سکتا ہے قدرت کوئی راستہ نکالے۔“ میں نے تنک کر کہا: ”تین بار تو جا چکا ہوں۔“ والدہ نے کہا: ”میں پیسے دیتی ہوں، تم اللہ کا نام لے کر جاؤ تو سہی۔ کچھ لوگ خدا کے بہت

قریب ہوتے ہیں۔ یہ بات عام آدمی نہیں سمجھ سکتا۔“

میں اگلے دن لاہور پہنچا۔ ڈرتے ڈرتے اتاشی کے کمرہ میں داخل ہوا۔ دیکھا کرسی پر ایک نوجوان لڑکا بیٹھا ہے۔ میں نے کہا: ”یہاں تو ایک اور صاحب ہوتے تھے۔“ بولا: ”ہاں ان کو ایک ہفتہ ہوا واپس وزارت خارجہ میں بلا لیا گیا ہے اور میں نے چارج سنبھال لیا ہے۔“ میں نے کاغذات اس کو دیئے۔ وہ بولا: ”آپ بہت لیٹ آئے، اب تو یونیورسٹی کھلنے میں چند دن رہ گئے ہیں۔“ پھر اس نے سیکرٹری کو بلایا اور کہا: ”پرسوں سے یونیورسٹی شروع ہو رہی ہے، یہ پہلے ہی لیٹ ہو چکے ہیں۔ فوراً ٹکٹ بناؤ، پاسپورٹ پرویزا لگاؤ اور سالانہ ہاؤس رینٹ اور ایک ماہ کی سیلری کا چیک بنا کر لے آؤ۔“ میں ایک لمحہ کے لیے گم سم سا ہو گیا۔ قدرت اس طرح بھی مہربان ہو سکتی ہے! اوپر والے نے اس مغرور شخص کی کرسی چھین لی تھی، کیا صرف میرا کام کروانے کے لیے؟

پاسپورٹ، ٹکٹ اور چیک میرے ہاتھ میں تھا۔ مجھے ٹین ڈبے والے کے خواب کے الفاظ یاد آئے کہ تمہارا قرض ادا کر دیا گیا ہے۔ لیکن ایسی ادائیگی کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا!

(بشکریہ: ”البرہان“ لاہور)

☆.....☆.....☆

اسلامی معاشرت

## خاموش دوست

جوانی میں انسان باپ کو شک کی نگاہ سے دیکھتا رہتا ہے جیسے باپ کو ہمارے مسائل، تکالیف یا ضروریات کا احساس ہی نہیں۔ یہ نئے دور کے تقاضوں کو نہیں سمجھتا۔ کبھی کبھی ہم اپنے باپ کا موازنہ بھی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ”اتنی محنت ہمارے باپ نے کی ہوتی، بچت کی ہوتی، کچھ بنایا ہوتا تو آج ہم بھی فلاں کی طرح عالی شان گھر، گاڑی میں گھوم رہے ہوتے۔“

”کہاں ہو؟ کب آؤ گے؟ زیادہ دیر نہ کرنا“ جیسے سوالات انتہائی فضول اور فالتو سے لگتے ہیں۔

”سو میٹر تو پہنا ہے، کچھ اور بھی پہن لو۔ سردی بہت ہے۔“ انسان سوچتا ہے کہ پرانی وضع کے باعث والد کو باہر کی دنیا کا اندازہ نہیں۔ اکثر اولادیں اپنے باپ کو ایک ہی معیار پر پرکھتی ہیں۔ گھر، گاڑی، پلاٹ، بینک بیلنس، کاروبار۔ پھر اپنی ناکامیوں کو باپ کے کھاتے میں ڈال کر خود سرخرو ہو جاتے ہیں۔ ”ہمارے پاس بھی کچھ ہوتا تو اچھے سکول میں پڑھتے، کاروبار کرتے۔“

اس میں شک نہیں کہ اولاد کے لیے آئیڈیل بھی ان کا باپ ہی ہوتا ہے لیکن کچھ باتیں جوانی میں سمجھ نہیں آتیں یا ہم سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، اس لیے کہ ہمارے سامنے ”وقت کی ضرورت“ ہوتی ہے یا پھر ”دنیا سے مقابلے“ کا بھوت سوار ہوتا ہے۔

جلد سے جلد سب کچھ پانے کی جستجو میں ہم کچھ کھو بھی رہے ہوتے ہیں، جس

کا احساس بہت دیر سے ہوتا ہے۔

بہت سی اولادیں وقتی محرومیوں کا پہلا ذمہ دار اپنے باپ کو قرار دے کر ہر چیز سے بری الذمہ ہو جاتی ہیں۔

وقت گزر جاتا ہے، اچھا بھی برا بھی، اور اتنی تیزی سے گزرتا ہے کہ انسان پلک جھپکتے ماضی کی کہانیوں کو اپنے ارد گرد منڈلاتے دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔ جوانی، پڑھائی، نوکری، شادی، اولاد اور پھر وہی سٹیج، وہی کردار جو نبھاتے ہوئے ہر لمحہ اپنے باپ کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آ کر باپ کی ہر سوچ، اس کے ہر احساس، فکر، پریشانی، شرمندگی اور اذیت کو ہم پر کھول کے رکھ دیتا ہے۔

کبھی کبھی باپ کی بلاوجہ خاموشی، کبھی پرانے دوستوں میں بے وجہ قہقہے اچھے کپڑوں کو ناپسند کر کے پرانے کو فخر سے پہننا، کھانوں میں اپنی سادگی پر

فخر

کبھی کبھی سر جھکائے اپنے چھوٹے چھوٹے کاموں میں مگن ہونا

کبھی بغیر وجہ تھکاوٹ کے بہانے سر شام ہی بجھا کر لیٹ جانا

نظریں جھکائے، انتہائی محویت سے، ڈوب کر قرآن کی تلاوت کرنا

سمجھ تو آنا شروع ہو جاتا ہے لیکن بہت دیر بعد جب ہم خود راتوں کو جاگ کر، دوسرے شہروں میں گئے بچوں پر آیت الکرسی کے دائرے پھونکتے ہیں۔

جب ہم سردی میں وضو کرتے ہوئے اچانک سوچتے ہیں: ”نجانے بیٹے

کے ہاں گرم پانی آتا ہوگا؟“

جب قہر کی گرمی میں روم کولر کی خنک ہوا بدن کو چھوتی ہے تو پہلا احساس جو

دل و دماغ میں ہلچل سی مچاتا ہے، وہ ”کہیں اولاد گرمی میں تو نہیں بیٹھی!“

جوان اولاد کے مستقبل، شادی کی فکر، ہزار تانے بانے جوڑتا باپ، تھک ہار کر اللہ اور اس کے پاک کلام میں پناہ ڈھونڈتا ہے۔ تب یاد آتا ہے کہ ہمارا باپ بھی ایک ایک حرف، ایک ایک آیت پر رُک رُک کر بچوں کی سلامتی، خوشی، بہتر مستقبل کی دعائیں ہی کرتا ہوگا۔ ہر نماز کے بعد اٹھے کپکپاتے ہاتھ اپنی دعاؤں کو بھول جاتے ہوں گے کہ ہماری طرح ہمارا باپ بھی ایک ایک بچے کو نم ناک آنکھوں سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوگا۔

اولاد کو باپ بہت دیر سے یاد آتا ہے۔ اتنی دیر سے کہ ہم اسے چھونے محسوس کرنے اور اس کی ہر تلخی، اذیت، فکر کا ازالہ کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک عجیب احساس ہے، جو وقت کے بعد اپنی اصل شکل میں ہمیں بے چین ضرور کرتا ہے۔ لیکن یہ حقائق جن پر بروقت عیاں ہو جائیں وہی خوش قسمت اولادیں ہیں۔

اولاد ہوتے ہوئے ہم سمجھتے ہیں باپ کا چھونا، پیار کرنا، دل سے لگانا تو بچپن کی باتیں ہیں۔ پھر خود باپ بن کر آنکھیں بھیگ جاتی ہیں کہ پتہ نہیں باپ نے کتنی دفعہ دل ہی دل میں ہمیں چھاتی سے لگانے کو بازو کھولے ہوں گے! پیار کے لیے اس کے ہونٹ تڑپے ہوں گے اور ہماری بے باک جوانیوں نے اسے یہ موقع نہیں دیا ہوگا۔

ہم جیسے درمیانے طبقے کے سفید پوش لوگوں کی ہر خواہش، ہر دعا، ہر تمنا اولاد سے شروع ہو کر اولاد پر ہی ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن کم ہی باپ ہوں گے جو یہ احساس اپنی اولاد کو اپنی زندگی میں دلا سکے ہوں۔

یہ ایک چھپا، بیٹھا بیٹھا درد ہے جو باپ اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ اولاد کے لیے بہت کچھ کر کے بھی کچھ نہ کر سکنے کی خلش آخری وقت تک اسے بے چین رکھتی

ہے، اور یہ سب بہت شدت سے محسوس ہوتا ہے۔

جب ہم بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھتے ہیں تو باپ کے دل کا حال جیسے قدرت ہمارے دلوں میں منتقل کر دیتی ہے۔ اولاد اگر باپ کے دل میں اپنے لیے محبت کو کھلی آنکھوں سے، وقت پر دیکھ لے تو شاید اسے یقین ہو جائے کہ دنیا میں باپ سے زیادہ اولاد کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔

ہمیشہ ٹوٹ کے ماں باپ کی کرو خدمت

ہیں کتنی دیر یہ بوڑھے شجر، نہیں معلوم

ان کے ہونے سے بخت ہوتے ہیں

باپ گھر میں درخت ہوتے ہیں

اللہ ہم سب کے والدین کو تندرستی والی عمر دراز عطا فرمائے!

(مرسلہ: حفصہ عثمان)

☆.....☆.....☆

تذکیر دین

## نسخہ کیمیا

محمد ندیم خواجہ

ایک کمزور و ناتواں بھکاری صبح سے شام تک ہر کسی کے سامنے دست سوال دراز کرتا، ہر ایک دروازے پر جھولی پھیلاتا تو بمشکل اتنا پاتا کہ اس سے اپنا پیٹ پال سکے۔ کبھی اتنا بھی نہ ملتا تو فاقہ کا ثنا۔ اس کی ساری عمر یونہی بسر ہو گئی۔ وہ مرتے وقت وصیت کر گیا کہ اسے اس کی جھونپڑی ہی میں دفن کر دیا جائے۔ جب اس کی قبر کھودی گئی تو لوگ کیا دیکھتے ہیں کہ نیچے پرانے وقتوں کا ایک گراں بہا خزانہ مدفون ہے۔ بھکاری کی تباہ حال زندگی اور یہ خزانہ لوگوں کے لیے عبرت و موعظت کی ہزار داستانیں اپنے اندر رکھتا تھا۔ بھکارے اور خزانے کا واقعہ حقیقت ہو یا افسانہ، لیکن کیا یہ سچ نہیں کہ آج مسلمان کی بھی یہی حالت ہے۔ اس نے دنیا میں اپنے آپ کو سب سے نادار اور ہر ایک کا دستِ نگر سمجھ رکھا ہے مگر نہیں جانتا کہ اس کے پاس ایک ایسا خزانہ موجود ہے جو اسے ساری دنیا سے بے نیاز کر دے۔

بھکاری کے دکھ کا علاج اسے خدا کی راہ میں کچھ دے دینا یا اس کی طرف روٹی کا ٹکڑا پھینک دینا تھا بلکہ اس کی ٹھیک مدد یہ تھی کہ کوئی اللہ کا بندہ اسے اس کے خزانے کا پتہ دے دیتا۔ آج مسلمانوں کی مصیبتوں کا مداوی بھی یہی ہے کہ انہیں اس چھپے ہوئے خزانے سے روشناس کر دیا جائے جو اس کی خستہ سامانیوں کو سرفرازیوں اور سر بلندیوں سے بدل دے۔ یہ متاع گراں بہا قرآن کریم ہے جو ایک عرصہ سے مسلمانوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا ہے اور اب یہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ اس کے اندر ہے کیا!

کئی بار یہ سوال اٹھتا ہے کہ موجودہ دور میں اسلام کی سر بلندی کا طریق کیا ہے، تو اس کا جواب امام مالک کے الفاظ میں یہ ہے:

”امت مرحومہ کے آخری عہد کی اصلاح کبھی نہ ہو سکے گی

تا وقت یہ کہ وہی طریق اختیار نہ کیا جائے جس سے اس کے

ابتدائی عہد نے اصلاح پائی تھی۔“

اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ قرآن حکیم جیسے نسخہ کیمیا کو استعمال کیا جائے۔

آج ہم نے اس کے استعمال کے جو طریقے اپنائے ہوئے ہیں، مثلاً:

☆ اسے ریشمی جزدان میں لپیٹ کر اونچی جگہ رکھا جائے۔

☆ لڑکی کو جہیز میں دیا جائے۔

☆ قریب الموت اس کی سورت پڑھنے سے دم نکلنے میں آسانی ہو اور بعد میں

ایصال ثواب کے لیے ختم پڑھا جائے۔

☆ عدالتوں میں قسم کے لیے استعمال کیا جائے۔

☆ پریشانی کے وقت اس سے فال کھولی جائے۔

یہ سارے گُر اس خزانہ کو اور دور کر دینے اور نظروں سے اوجھل کر دینے والے

ہیں۔ اصل حق یہ ہے کہ:

☆ اس پر ایمان لایا جائے ☆ اس کی تلاوت کا حق ادا کیا جائے

☆ اسے سمجھا جائے ☆ اس پر عمل کیا جائے

☆ اسے دوسروں تک پہنچایا جائے

☆.....☆.....☆

من الظلمات الی النور

## یہی میری کائنات ہے!

حفیظ رضا پسروری

شیخ نور محمد پیدائشی برہمن تھے۔ ان کا نام بشیر رائے چودھری تھا۔ وہ ضلع مین

سنگھ میں واقع ریاست گوری پور کے ولی عہد تھے۔ یہ انگریزی دور حکومت کی بات

ہے۔ انہوں نے کلکتہ یونیورسٹی سے 1929ء میں ایم اے (انگلش) کیا۔ فطری

طور پر انہیں درس و تدریس کا شوق تھا۔ وہ پرنس آف ویلز کالج، جموں میں لیکچرار

ہو گئے۔ اسی اثناء میں مہاراجہ کشمیر کو ان کی ذات میں دلچسپی ہو گئی اور وہ انہیں اپنی

مہارانی تردیوی کا استاد بنا کر سری نگر لے گئے۔ اس دوران انہوں نے اپنے

ماموں، جو ریاست جموں و کشمیر کے چیف جسٹس تھے، کی بیٹی سے شادی کر لی۔

1934ء میں انہیں علامہ یوسف علی کا انگریزی میں ترجمہ شدہ قرآن مجید

ملا۔ انہیں شروع میں صرف علامہ کی ترجمہ میں اعلیٰ مہارت کا اعتراف ہوا لیکن

سپارہ آٹھ کے ترجمہ اور قرآن مجید کے مطالب و معنی نے ان کے دل و دماغ میں

انقلاب برپا کر دیا۔ کوئی اندرونی طاقت ان کے خیالات کو جھنجھوڑ رہی تھی۔ اس قسم

کا تجربہ انہیں پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ پھر انہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت کا

مطالعہ کیا۔ اس کے بعد انہوں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا اور 1936ء

میں اس سعادت سے فیض یاب ہو گئے۔

کچھ عرصہ تک انہوں نے قبولیت اسلام کا واقعہ کسی پر بھی ظاہر نہ کیا۔ وہ اپنے

کمرے کو بند کر کے جو مہاراجہ کے محل میں واقع تھا، نماز پڑھ لیتے تھے۔ اس

دوران وہ کمرے کو تالا لگا لیتے تھے تاکہ ان کی بیوی اور دوسرے افراد ان کو نہ دیکھ

سکیں۔ تاہم اس قسم کی جداگانہ حرکات و سکنات سے ان کے گھر اور دوستوں میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے۔

ایک روز ان کی بیوی نے جب ایسی خفیہ حرکات و سکنات کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اسے اعتماد میں لیتے ہوئے سب کچھ بتا دیا۔ ان کی اہلیہ کو علم تھا کہ انہوں نے صرف اس کی خاطر اپنے باپ راجہ آئی سی چودھری کی ناراضگی مول لی تھی، جو ان کی شادی کسی اور جگہ کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے ایک اچھی بیوی کا ثبوت دیتے ہوئے ان کی ذات پر پورا اعتماد کیا اور کہا کہ: آپ نے وہی کیا ہوگا جو آپ کے لیے اچھا ہے۔ پھر اس نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ یہ بات مہاراجہ کشمیر کے علم میں آئی تو انہوں نے شیخ نور محمد کو اپنے محل سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

محل سے نکل آنے کے بعد انہوں نے سری نگر میں اپنا چھوٹا سا مکان تعمیر کر لیا۔ ایک دن جب وہ گھر میں نہیں تھے، کچھ متعصب لوگوں نے ان کے مکان کو آگ لگا دی۔ ان کی بیوی جان بچانے کے لیے کھڑکی سے کود گئی۔ اس کے ہاں قبل از وقت ایک بچہ پیدا ہوا۔ مسلم کانفرنس کے چودھری غلام عباس نے بیوی، بچے کو ہسپتال پہنچایا جہاں دونوں نے دم توڑ دیا۔

بیوی، بچے کی وفات اور اس حادثے نے ان کا دل توڑ دیا اور وہ سیالکوٹ منتقل ہو گئے۔ انہوں نے مشہور مترجم قرآن مولانا محمد مارمورک پکیال (عثمانیہ یونیورسٹی) کو حیدرآباد، دکن خط لکھا۔ مولانا نے انہیں حیدرآباد آنے کی دعوت دی۔ شیخ نور محمد جب حیدرآباد گئے تو مولانا انہیں ریاستی وزیر خزانہ ملک غلام محمد کے پاس لے گئے۔ ملک غلام محمد نے انہیں عثمانیہ یونیورسٹی میں لیکچرار مقرر کر دیا۔ کچھ عرصہ انہوں نے اس حیثیت میں کام کیا مگر طبیعت کی بے قراری انہیں روحانی

تسکین کے لیے حضرت سید جماعت علی شاہ کے پاس لے آئی اور انہوں نے پیر صاحب علی پوری کی بیعت کر لی۔

اس وقت کے پنجاب کے وزیر اعظم سر سکندر حیات کو جب آپ کے حالات اور علمی صلاحیت کا پتہ چلا تو انہیں اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور میں انگریزی کا پروفیسر مقرر کر دیا۔ شیخ صاحب کسی نہ کسی طرح حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچنا چاہتے تھے۔ 1954ء میں جب وہ حج پر گئے تو انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ ان کی جگہ حضور ﷺ کے مزار اقدس کی چوکھٹ کی گدائی ہے۔

1972ء میں انہوں نے پاکستان کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو سے انٹرویو لیا۔ گفتگو کے دوران بھٹو صاحب نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے انہیں مدینہ منورہ کے پاکستان ہاؤس، جو مسجد نبویؐ کے ”باب جبریل“ کے سامنے واقع تھا، کا نگران مقرر کر دیا اور وہ شاداں و فرحان مدینہ منورہ کے باسی ہو گئے۔

وہ اس لحاظ سے خود کو بڑا خوش قسمت سمجھتے تھے کہ انہیں حضور ﷺ کے مزار اقدس کے قریب رہنے کی سعادت حاصل ہے۔ بڑھاپے کے باوجود وہ بڑی مطمئن زندگی گزار رہے تھے۔ پاکستان ہاؤس سے ریٹائر ہونے کے بعد محکمہ اوقاف نے انہیں مسجد نبویؐ کی خدمت پر مامور کر دیا۔

جب ان سے پوچھا جاتا کہ کیا ان کا مدینہ منورہ میں اپنا گھر ہے، تو وہ پاکستان ہوٹل سے باہر آ کر گنبد خضرا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے: ”یہی میری دولت، یہی میرا مقصود اور یہی میری کائنات ہے۔ اس کے مبارک سائے میں زندگی آرام سے بسر ہو رہی ہے!“

## غور طلب اقوال

واصف علی واصف

- ☆ بڑی نیکی نہ ہو سکے تو چھوٹی چھوٹی نیکیاں کرو۔
- ☆ وہ آدمی جو دوسرے کو انسان بنانا چاہتا ہے اور خود انسان نہیں بنتا وہ بڑا جھوٹا آدمی ہے۔ اگر تم انسان بن جاؤ تو دوسرا خود بخود انسان بن جاتا ہے۔
- ☆ آپ دوسرے کو زبان سے قتل نہ کیا کرو۔ بھرے بازار میں کسی کو جھوٹا ثابت نہ کرو چاہے وہ جھوٹا ہو۔ اگر آپ کسی کو گناہ کرتے دیکھو تو پردہ ڈال کے رکھو۔ پردہ رکھنے والوں کا پردہ رکھا جائے گا۔
- ☆ شکرے، باز اور شاہین چاہے جتنے ہو جائیں لیکن چڑیا اپنی جگہ زندہ رہے گی۔ بچانے والا بچاتا ہے۔ بڑے بڑے بادشاہوں کے زمانے میں کمزور انسان زندہ رہے ہیں۔
- ☆ اگر نیکی بڑھ گئی اور بدی کم ہو گئی تو آپ کے اور اللہ کے درمیان فاصلہ کم ہو جائے گا۔
- ☆ انسان کی حالت یہ ہے کہ پیسہ نہیں تھا تو نیکی کرنے کی تمنا تھی اور جب پیسہ مل گیا تو نیکی کرنے کے لیے وقت ہی نہ رہا۔ جن کے اندر نیکی کا میلان ہوتا ہے وہ ہر حال میں نیکی کرتا ہے۔
- ☆ اگر نیکی کی سمجھ نہیں آتی تو نیک کی سنگت اختیار کر لو۔

☆.....☆.....☆

تاریخ کے جھروکوں سے

## داناؤں کی دُور بلا

حمزہ وسیم

سلجوقی خاندان کے مشہور حکمران سلطان ملک شاہ کے وزیر نظام الملک بڑے علم دوست، سمجھ دار اور دانا شخص تھے۔ ایک دفعہ سلطان ملک شاہ اور قیصر روم کی جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ اس دوران میں ایک دن سلطان ملک شاہ کو شکار کا شوق آیا۔ اس نے چند سواروں کو ساتھ لیا اور شکار کو چل پڑا۔

ملک شاہ کی عادت تھی کہ ایسی صورت میں سادگی سے یوں نکلتا تھا کہ کسی کو پتہ نہ چلتا کہ وہ سلطان ہے۔ ابھی یہ لوگ کچھ دور ہی گئے تھے کہ ایک رومی دستہ آ گیا۔ اس نے حملہ کر دیا اور دو آدمیوں کے سوا باقی سب کو گرفتار کر لیا۔ گرفتار ہونے والوں میں خود سلطان بھی تھا، مگر رومیوں کو پتہ نہ چل سکا کہ وہ سلطان ہے۔ انہوں نے اسے ایک عام سپاہی ہی سمجھا۔ ملک شاہ نے اپنے ساتھیوں کو سمجھا دیا کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرنا کہ جس سے ان لوگوں کو پتہ چلے کہ میں سلطان ہوں۔

ادھر جو شخص بھاگ نکلے تھے، انہوں نے نظام الملک کو جا کر ساری بات بتا دی۔ نظام الملک نے پہلا کام تو یہ کیا کہ انہیں قید کر دیا تا کہ بات کسی اور تک نہ پہنچے۔ دوسرے دن نظام الملک نے لشکر کے چاروں طرف پہرے بٹھا دیے اور خود سفیر بن کر قیصر کے ہاں گئے۔ قیصر نے بہت تعظیم و تکریم کی اور کہا کہ ملک شاہ بچے ہے، آپ اسے سمجھائیں کہ اس لڑائی جھگڑے میں کوئی فائدہ نہیں۔ نظام الملک مصلحتاً اس کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے۔ پھر دونوں نے صلح کی شرائط بھی طے کر لیں اور آپس میں معاہدہ ہو گیا۔ اس تمام وقت میں نظام الملک نے اپنے

قیدی چھڑانے کی کوئی بات نہ کی۔ جب وہ واپس آنے لگے تو قیصر نے پوچھا: ”آپ کے لشکر کے کچھ آدمی تو گم نہیں ہوئے؟“ نظام الملک بے پروائی سے بولے کہ ہو گئے ہوں گے۔ قیصر نے کہا کہ ہم نے چند سواروں کو گرفتار کیا ہوا ہے۔ نظام الملک نے جاتے جاتے کہا کہ ”اگر چھوڑ دیں تو بہتر ہے۔“

قیصر نے اپنے وزیر کو اشارہ کیا تو وہ نظام الملک کو قیدیوں کے پاس لے گیا۔ انہیں دیکھ کر نظام الملک نے سخت غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ”کیوں بے نالائقو! یہ شکار کھیلنے کے دن ہیں کیا؟ لشکر میں پہنچ لو، پھر دیکھنا میں تمہاری کیسی خبر لیتا ہوں۔ غضب خدا کا! نکلے نکلے کا سپاہی اور دماغ بادشاہوں جیسا۔ چلے تھے شکار کھیلنے!“

ان کی یہ گفتگو سن کر کسی کو وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ قیدیوں میں خود سلطان بھی موجود ہے۔ پھر نظام الملک ان سب کو لے کر اپنے لشکر کی طرف چل پڑے۔ جب یہ سب رومیوں کی حدود سے باہر نکل آئے تو نظام الملک گھوڑے سے اتر آئے اور سلطان ملک شاہ کی رکاب چوم لی۔ رومیوں کا سفیر بھی ساتھ تھا۔ اس نے جب یہ معاملہ دیکھا تو اسے پتہ چلا کہ مسلمانوں کا بادشاہ تو ہماری قید میں آچکا تھا۔ مگر اب وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا!

### بہادری کی شان

دسویں صدی عیسوی کی بات ہے، عضوالدولہ کرمان پر حملہ آور ہوا۔ کرمان کے حاکم نے دیکھا کہ حملہ آوروں کی طاقت زیادہ ہے اور کھلے میدان میں مقابلہ کرنا ممکن نہیں تو قلعہ بند ہو کر لڑنے لگا۔ بڑے گھمسان کارن پڑا۔ دونوں فوجوں نے بڑی بہادری دکھائی۔ آخر جب سورج غروب ہوا تو فوجیں اپنے اپنے پڑاؤ

میں چلی گئیں۔ پھر عضوالدولہ کی سپاہ نے دیکھا کہ قلعے کی طرف سے دیکیں ہی دیکیں چلی آ رہی ہیں۔ انہیں کچھ شبہ ہوا۔ جیسے ہی پہلی دیگ قریب پہنچی، گرم گرم کھانے کی خوشبو آئی۔ انہوں نے سمجھا ممکن ہے ایک دو دیگوں میں کھانے کی چیزیں ہوں اور باقیوں میں کچھ اور، لیکن سب دیکیں کھانے ہی کی تھیں۔

دشمن اور تواضع! بات کچھ سمجھ میں آنے والی نہ تھی۔ عضوالدولہ تک خبر پہنچی تو اسے بھی تعجب ہوا۔ کسی نے کہا: ”کھانے میں زہر نہ ملا ہو۔ احتیاط کی ضرورت ہے۔“ عضوالدولہ نے اس خیال کو مسترد کرتے ہوئے کہا: ”یہ بات بھول جاؤ۔ میرا دشمن کمینہ ہرگز نہیں۔“ کھانا کھانے کے بعد اس نے کرمان کے حاکم کو پیغام بھیجا کہ: ”دن میں لڑنے اور رات کو کھانا کھلانے کا مطلب کیا ہے؟“

جواب آیا: ”لڑنا اعلان بہادری ہے اور دشمن کو کھانا کھلانا شان بہادری۔ آپ لوگ اگرچہ میرے مخالف ہیں، لیکن میرے شہر میں اجنبی اور قلعے کے اس قدر قریب آ کر میرے پڑوسی بن گئے ہیں۔ یہ بات شرافت اور مروت سے بعید ہے کہ آپ مسافر اور پڑوسی ہوں اور خود پکا کر کھائیں۔“

عضوالدولہ میدان جنگ میں تو زیر نہ ہوا مگر اس شان بہادری کے آگے زیر ہو گیا۔ صبح کا سورج طلوع ہوا تو کرمانیوں نے دیکھا کہ دشمن کا لشکر اپنا پڑاؤ اٹھائے جا رہا ہے۔ کسی نے عضوالدولہ سے پوچھا: ”آپ تو کرمان فتح کرنے آئے تھے؟“ اس نے جواب دیا: ”ہاں میں ہار کر جا رہا ہوں۔ ایسے بہادروں سے کیا لڑنا!“

## آسانیاں کیسے بانٹی جائیں؟

ڈاکٹر اکرام الحق

- ☆ کبھی کسی اداس اور مایوس انسان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پیشانی پر کوئی شکن لائے بغیر ایک گھنٹہ اس کی لمبی اور بے مقصد بات سننا آسانی بانٹنا ہے۔
- ☆ بغیر غرض کے کسی بیوہ کی جوان بیٹی کے رشتے کے لیے سنجیدگی سے تگ و دو کرنا آسانی بانٹنا ہے۔
- ☆ اپنے بچوں کے ساتھ محلے کے کسی یتیم بچے کو سکول لے جانے کی ذمہ داری لینا بھی آسانی بانٹنا ہے۔
- ☆ چائے کے کھوکھے والے کو اوئے کہہ کر بلانے کی بجائے بھائی یا بیٹا کہہ کر بلانا بھی آسانی بانٹنا ہے۔
- ☆ کسی کی کڑوی کیسلی اور غلط بات کو نرمی سے برداشت کرنا بھی آسانی بانٹنا ہے۔
- ☆ ہسپتال میں کسی انجان مریض کے پاس بیٹھ کر اس کا حال پوچھنا اور اسے تسلی دینا بھی آسانی بانٹنا ہے۔
- ☆ دروازے کی گھنٹی صرف ایک مرتبہ دے کر دروازہ کھلنے تک انتظار کرنا، والدین کی باتیں توجہ سے سننا، ماں کی پہلی آواز پر فوراً ان کے پاس پہنچ جایا کرنا بھی آسانیاں بانٹنا ہے۔
- ☆ بیوی کی غلطی پر سب کے سامنے اس کو ڈانٹ ڈپٹ مت کرنا، سالن اچھانہ لگے تو دسترخوان پر آنکھیں نہ نکالنا، کبھی کپڑے ٹھیک استری نہ ہوں تو برداشت کر لینا بھی آسانیاں بانٹنا ہے۔

☆.....☆.....☆

جانوروں کی دنیا

## مرجان

جمیل احمد

زندہ مرجان دراصل ایک سمندری جانور ہے جو فائلم Cnidaria کی جماعت Anthozoa سے تعلق رکھتا ہے۔ اس چھوٹے سے غیر نقار یہ جانور کی جسامت ایک نوزائیدہ بچے کی انگلی کے ناخن جتنی ہوتی ہے۔ اس کا ایک منہ ہوتا ہے اور جسم کے ارد گرد بہت سے ننھے ننھے گیرے (Tentacles) ہوتے ہیں جن کی مدد سے یہ سمندر میں تیرنے والے چھوٹے چھوٹے جان داروں اور دیگر نامیاتی مادوں کو اپنے منہ میں ڈالتا ہے۔ یہ جانور کیلشیم کاربونیٹ خارج کرتا ہے اور پھر اس سے اپنے گرد ایک نہایت سخت خول بنا لیتا ہے۔ یہی خول یا کپ اس کی جائے سکونت ہوتی ہے۔ ان کی بڑی بڑی کالونیاں ہوتی ہیں جن میں یہ لاکھوں کے حساب سے رہتے ہیں۔ یہ سخت کپ ان سب کی اکٹھی نشوونما کرتے ہیں اور ان کا ڈھیر بنا دیتے ہیں۔ ان میں سے جب کوئی مرجان مر جاتا ہے تو وہ کپ جس میں وہ رہ رہا ہوتا ہے، وہیں رہتا ہے اور اس کے اوپر ایک نیا مرجان جنم لے لیتا ہے۔ اس طرح اسی ڈھانچے کے اوپر ایک اور نسل پرورش پاتی ہے۔ اس عمل سے اس ڈھیر میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور یوں بہت بڑے شعب المرجح (Reef) بن جاتے ہیں۔ اربوں نسلوں کی موت سے کھربوں کی تعداد میں بننے والے یہ خول ایسی ساختوں کی تشکیل کرتے ہیں جو اپنی وسعت کے اعتبار سے کسی بھی جان دار (بشمول انسان) کے فن عمارت سازی پر فوقیت رکھتی ہیں۔

## Love For the Sake of Allah

*In the name of Allah, the Gracious, the Merciful*

Love for the sake of Allah is one of the greatest virtues in Islam. The Muslim community should be based upon love for one another, as well as love for the good of all people. The essence of love in Islam is expressed by the ethics of reciprocity: treat others the way you love to be treated.

Anas ibn Malik reported: The Messenger of Allah, peace and blessings be upon him, said:

None of you has faith until he loves for his brother what he loves for himself. (Sahih-al-Bukhari)

Many scholars interpreted "brother" in this and other traditions to mean universal brotherhood that includes all of humanity.

An-Nawawi comments on this tradition, saying:

This is interpreted as brotherhood in general, such that it includes the disbeliever and the Muslim. So he should love for his brother, the disbeliever, what he loves for himself which is his entering Islam, just as he should love for his brother Muslim that he remains in Islam. For this reason, it is recommended to supplicate for the disbeliever to be guided. The meaning of love here is an intention for good and benefit, and this meaning is religious love, not human love.

(Sharh al-Arba'ī n 13)

Love for the sake of Allah is 'religious love' (al-muhabbat al-diniyyah) and not 'human love' (al-muhabbat al-bashriyyah). Religious love is selfless in that it does not expect any repayment in the world, but rather only reward from Allah in the Hereafter. Human or natural love, on the other hand, usually is conditional upon receiving something in return.

Furthermore, religious love is not a feeling in itself. It is an intention to do good to others and benefit them in this life and in the Hereafter. Every Muslim should have this general intention to benefit other people regardless of their faith, even if they are enemies.

The brotherhood of humanity is eclipsed by a higher, spiritual brotherhood in Islam: the fellowship of faith. Not only should the believers love for each other what they love for themselves, they also grow closer in love through acts of affection. This fellowship transcends tribal, ethnic, national, and

شعب البحر یا مرجانی ساحل (Coral reefs) اگر ایک طرف بحری جہازوں کے لیے بہت خطرناک ہوتے ہیں اور جہاز ان کے ساتھ ٹکرا کر ڈوب سکتے ہیں تو دوسری طرف یہ بہت سے دوسرے سمندری جانوروں اور پودوں کو خوراک اور تحفظ بھی فراہم کرتے ہیں۔ مچھلیوں اور غیر فقاریہ جانوروں کی ایک بڑی تعداد ان میں رہائش پذیر ہوتی ہے۔ جنوبی بحر الکاہل ایسے مرجانی ساحلوں کے لیے بہت مشہور ہے۔ امریکہ کے بعض وسطی علاقوں میں یہ مونگے یا مرجان بطور رکاز (Fossil) بھی پائے جاتے ہیں۔ وہاں یہ اس وقت پیدا ہوئے جب سمندر نے سطح زمین کے ایک بڑے حصے کو ڈھانپ لیا تھا۔

مرجانی ساحل گرم اور اتھلے سمندروں میں خط استوا کے گھیرے پر افزائش پاتے ہیں تاہم منفرد مونگے سمندر میں ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ بحیرہ کاریبین (Caribbean Sea) میں مونگوں کی تقریباً 67 انواع پائی جاتی ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں ملیشیا، انڈونیشیا، فلپائن، پاپوا نیوگنی اور آسٹریلیا کے قریب بحر الکاہل اور بحر ہند میں مونگوں کی تقریباً 450 اقسام موجود ہیں۔ ماہرین بحریات کے مطابق یہ علاقہ زمین پر مرجانی حیات کے ارتقائی بر مرکز (Epicentre) کو ظاہر کرتا ہے۔ اس مرکز سے ہم جیسے جیسے دور ہوتے جائیں گے، مونگوں کی انواع کی تعداد ویسے ویسے کم ہوتی جائے گی۔ اس لحاظ سے یہ علاقہ جنت مرجان (Coral Eden) قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ علاقہ دراصل شدید ارضیاتی تعاملیت کے منطقے میں واقع ہے۔ اس منطقے میں آتش فشاںوں کے سلسلے اور بڑے بڑے جزیرے واقع ہیں۔

☆.....☆.....☆

for the sake of Allah Almighty. The angel said: I am a messenger from Allah to tell you that Allah loves you as you love him. (Sahih Muslim)

Abu Huraira reported: The Prophet, peace and blessings be upon him, said:

Whoever would love to taste the flavor of faith, let him love a person only for the sake of Allah Almighty. (Musnad Ahmad)

Love and peace are interconnected in this life. Loving people for the sake of Allah leads to periods of peace and prosperity, in addition to the Hereafter, while hating people and desiring to harm them leads to strife and suffering.

Abu Huraira reported: The Messenger of Allah, peace and blessings be upon him, said:

You will not enter Paradise until you have faith and you will not have faith until you love each other. Shall I show you something that, if you did, you would love each other? Spread peace between yourselves. (Sahih Muslim)

In another narration, the Prophet (saw) said:

Spread peace and you will love one another. Beware of hatred, for it is the razor. I do not say that it shaves hair, but rather it shaves away the religion. (al-Adab al-Mufrad)

A tremendous reward is waiting in the Hereafter for those who loved each other for the sake of Allah. It is so great that they will even be admired by the Prophets, the martyrs, and the righteous.

Abu Huraira reported: The Messenger of Allah, peace and blessings be upon him, said:

Verily, Allah will say on the Day of Resurrection: Where are those who love each other for the sake of my glory? Today, I will shelter them in my shade on a day when there is no shade but mine. (Sahih Muslim)

Mu'adh ibn Jabal reported: The Messenger of Allah, peace and blessings be upon him, said, “

Allah Almighty said: Those who love each other for the sake of my glory will be upon pulpits of light, admired by the prophets and the martyrs. (Sunan al-Tirmidhi)

'Ubadah ibn al-Samit reported: The Prophet, peace and blessings be upon him, said:

political boundaries.

Allah said:

The believing men and women are allies of each other. They enjoin what is good, forbid what is evil, perform prayer, give charity, and they obey Allah and His Messenger. Allah will have mercy upon these, for Allah is Mighty and Wise.

(Surat al-Tawbah 9:71)

And Allah said:

The believers are only brothers, so reconcile between your brothers, and fear Allah that you may receive mercy.

(Surat al-Hujurat 49:10)

Al-Nu'man ibn Bashir reported: The Messenger of Allah, peace and blessings be upon him, said:

The parable of the believers in their affection, mercy, and compassion for each other is that of a body. When any limb aches, the whole body reacts with sleeplessness and fever.

(Sahih-al-Bukhari)

And Ali ibn Abi Talib, may Allah be pleased with him, said:

Verily, the believers are people with good will and love for each other, even if their lands and countries are far apart.

(Tarikh Dimashq)

The love of the believers for one another, which is selflessly for the sake of Allah, is rewarded in this life by experience the 'sweetness of faith.'

Anas ibn Malik reported: The Prophet, peace and blessings be upon him, said:

Whoever has three traits within himself will find the sweetness of faith: one who loves Allah and His Messenger more than anything else, one who loves a servant only for the sake of Allah, and one who hates to turn back to unbelief after Allah has saved him, just as he hates to be thrown into the fire.

(Sahih al-Bukhari)

Abu Huraira reported: The Prophet, peace and blessings be upon him, said:

A man set out to visit his brother from another town, so Allah sent an angel to watch over his steps. When the angel came to him, he said: Where are you going? The man said: I am visiting a brother of mine in this town. The angel said: Do you have a favor over him to be repaid? He said: No, only that I love him

Prophet, saying, "O Prophet of Allah, describe them to us." The Prophet (saw) was pleased by the bedouin's question, and he said:

They are people from faraway lands and different tribes. They have no close familial relationship between them. They sincerely love each other for the sake of Allah. Allah will place them on pulpits of light on the Day of Resurrection and grant them an audience. He will place light on their faces and light on their garments. People will be terrified on the Day of Resurrection, yet they will not be terrified. They are the allies of Allah, upon whom there is no fear or grief. (Musnad Ahmad)

Al-'Irbad ibn Sariyah reported: The Messenger of Allah, peace and blessings be upon him, said:

Allah Almighty said: Those who loved each other for the sake of my glory will be in the shade of my throne, on a day there is no shade but mine. (Musnad Ahmad)

'Amr ibn 'Abasah reported: The Prophet, peace and blessings be upon him, said:

Allah Almighty said: My love is a right upon those who befriend each other for my sake. My love is a right upon those who defend each other for my sake. (al-Mu'jam al-Saghir)

Abu Umamah reported: The Messenger of Allah, peace and blessings be upon him, said:

A servant does not love another servant for the sake of Allah Almighty but that Allah will honor him. (Shu'ab al-Imān)

The more virtuous believer is the one who is stronger in his or her love for the believers. They love for each other what they love for themselves, and they show each other affection.

Anas ibn Malik reported: The Prophet, peace and blessings be upon him, said:

No two persons love each other for the sake of Allah but that the better of the two is the one with the strongest love for his companion. (Sahih Ibn Hibban)

Al-Munawi commented on this tradition, saying:

'The strongest love for his companion,' meaning, for the sake of Allah Almighty and no other worldly purpose. He affirms love among the rights that are obligatory in a bond of fellowship. The criteria of it is that he treats him as he would love to be treated by him. For whoever does not love for his

Allah Almighty said: My love is a right upon those who love each other for my sake. My love is a right upon those who visit each other for my sake. My love is a right upon those who sit together for my sake. My love is a right upon those who maintain relations for my sake. (Musnad Ahmad)

Umar ibn al-Khattab reported: The Prophet, peace and blessings be upon him, said:

Verily, among the servants of Allah are people who are neither prophets nor martyrs, yet the prophets and martyrs will admire them on the Day of Resurrection due to their position before Allah Almighty.

They said, "O Messenger of Allah, tell us who they are." The Prophet (saw) said:

They are people who love each other with the spirit of Allah, despite having no shared family relations or wealth. By Allah, there will be light on their faces and they will be upon light. They will not fear when people are afraid, and they will not be sad when people are grieved.

Then, the Prophet (saw) recited the verse:

Certainly, the allies of Allah will have no fear, nor will they grieve. (10:62) (Sunan Abi Dawud)

Ibn Abbas reported: The Prophet, peace and blessings be upon him, said:

Verily, Allah will have an audience on the Day of Resurrection, sitting at his right side of the Throne, and both sides are honored as the right. They will be upon pulpits of light and there will be light upon their faces, yet they are not prophets, nor martyrs, nor disciples.

It was said, "O Messenger of Allah, who are they?" The Prophet (saw) said:

Those who loved each other for the glory of Allah Almighty. (al-Mu'jam al-Kabir)

Abu Malik al-Ashari reported: The Prophet, peace and blessings be upon him, said:

O people, listen, understand, and know that Allah Almighty has servants who are neither prophets, nor martyrs, yet the prophets and martyrs admire them for their position and closeness to Allah.

A man among the bedouins of a distant land came and he waved to the

brother what he loves for himself, his fellowship is hypocrisy and it will be against him in the world and in the Hereafter.  
(Fayd al-Qadir )

The believers should not be shy in expressing their love for one another. In fact, it is recommended to tell each other we love each other for Allah's sake, as there is nothing shameful about it.

Anas ibn Malik reported: A man was with the Prophet, peace and blessings be upon him, when another man passed by and he said, "O Messenger of Allah, I love this man." The Prophet (saw) asked:

Have you told him?

He said no. The Prophet (saw) said:

Tell him.

So he went to the man and he said, "I love you for the sake of Allah." The other man said:

May Allah, for whose sake you love me, also love you.

(Sunan Abi Dawud)

Finally, a person will be on the Day of Resurrection with those whom they loved. If we want to be with the Prophets and the believers, we should increase our love for them and closeness to them. Even if we do not reach their rank, we will benefit simply by our love of them.

Abdullah ibn Mas'ud reported: A man came to the Messenger of Allah, peace and blessings be upon him, and he said, "O Messenger of Allah, what do you say about a man who loves a people but his deeds do not compare to theirs" The Prophet said:

A person will be with those whom he loves. (Sahih al-Bukhari)

In sum, the believers love for all people what they love for themselves of guidance, knowledge, and benefit. They have a special relationship with each other that tribal, ethnic, national, and political boundaries. By their love, they experience the sweetness of faith in this life and the shade of Allah in the Hereafter. They will be admired by the Prophets, the martyrs, and the righteous.

ربیع الثانی ..... ۱۴۴۲ھ  
نومبر ..... 2020ء  
جلد ..... 37  
شمارہ ..... 11

# Kausar

BANASPATI & COOKING OILS

کچھ خاص مہائے کھانے میں



 KausarCookingOils